سورۃ المجادلہ

آیاتھا ۲۲ ۔ ۵۸ سورۃ المجادلۃ مدنیۃ ۱۰۵ ۔ رکوعاتھا ۳

اس کی بائیس آیات ہیں۔

تمام کے قول میں یہ مدنی ہے مگر عطا کی روایت میں ہے کہ پہلی دس آیات مدنی ہیں اور باقی مکی ہیں۔ کلبی نے کہا: تمام کی تمام سورت مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی مگر اللہ تعالیٰ کا فرمان مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان، ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَ اللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝۱

"بے شک اللہ تعالیٰ نے سن لی اس کی بات جو تکرار کر رہی تھی آپ سے اپنے خاوند کے بارے میں (ساتھ ہی) شکوہ کیے جاتی تھی اللہ تعالیٰ سے (اپنے رنج وغم کا) اور اللہ سن رہا تھا تم دونوں کی گفتگو، بے شک اللہ (سب کی باتیں) سننے والا) (سب کچھ) دیکھنے والا ہے"۔

اس میں دو مسئلے ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ جس نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کی وہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ بنت حکیم تھی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا نام جمیلہ تھا۔ اور خولہ نام زیادہ صحیح ہے ان کے خاوند کا نام حضرت اوس بن صامت تھا جو حضرت عبادہ بن صامت کے بھائی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں اس عورت کے پاس سے گزرے جب کہ کچھ لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے آپ گدھے پر سوار تھے اس عورت نے طویل وقت تک آپ کو روکے رکھا آپ کو نصیحتیں کیں کہا: اے عمر! کبھی تجھے عمیر کہا جاتا تھا، پھر تمہیں عمر کہا جانے لگا، پھر تمہیں امیر المومنین کہا جانے لگا۔ اے عمر! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیونکہ جس کو موت کا یقین ہوتا ہے وہ فوت ہونے سے ڈرتا ہے جسے حساب کا یقین ہوتا ہے وہ عذاب سے ڈرتا ہے جب کہ حضرت عمر کھڑے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ آپ سے عرض کی گئی: اے امیر المومنین! کیا آپ اس بڑھیا کے لیے اتنا ٹھہرتے ہیں؟ فرمایا: اللہ کی قسم! اگر یہ مجھے دن کے پہلے پہر سے آخری پہر تک روکے رکھے تو میں کھڑا رہوں گا مگر فرض نماز کے لیے جاؤں گا کیا تم جانتے ہو یہ بڑھیا کون ہے؟ یہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ ہیں اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں سے اوپر اس کی بات کو سنا کیا رب العالمین اس کی بات کو سنے اور عمر اس کی بات کو نہ سنے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: بڑی ہی برکتوں والی ہے وہ ذات جس کی قوت سماعت ہر شی کو وسیع ہے۔ میں حضرت

خولہ بنت ثعلبہ کی گفتگو سن رہی تھی اور مجھ پر کچھ گفتگو مخفی تھی جب کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اپنے خاوند کی شکایت کر رہی تھی۔ وہ کہہ رہی تھی: یا رسول اللہ! اس نے میری جوانی کو کھالیا میں نے اپنے پیٹ کو اس کے لیے بکھیر دیا۔ جب میں بوڑھی ہو گئی اور میری جانب سے ولادت کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو اس نے مجھ سے ظہار کیا۔ اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں شکایت کرتی ہوں۔ وہ وہیں تھی کہ حضرت جبرئیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ اسے ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے۔

بخاری شریف میں جو روایت ہے وہ یہ ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تمام تر تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کی قوت سماعت تمام آوازوں کو جامع ہے۔ ایک جھگڑا کرنے والی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ میں کمرے کے ایک کونے میں موجود تھی میں اس کی بات نہیں سن رہی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا(1)۔

ماوردی نے کہا: وہ حضرت خولہ بن ثعلبہ تھیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد بنت خویلد تھیں۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ ایک ان میں سے باپ اور دوسرا دادا تھا۔ ان دونوں میں ہر ایک کی طرف اسے منسوب کیا گیا۔ ان کے خاوند حضرت اوس بن صامت تھے جو حضرت عبادہ بن صامت کے بھائی تھے۔ ثعلبی نے کہا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا مراد حضرت خولہ بنت خویلد خزرجیہ ہیں، یہ حضرت اوس بن صامت کے عقد میں تھیں۔ جو حضرت عبادہ بن صامت کے بھائی تھے یہ بڑے خوبصورت جسم کی مالک تھیں۔ ان کے خاوند نے انہیں سجدہ کرتے ہوئے دیکھ لیا اس کی سرین کو دیکھا تو معاملہ بڑا عجیب لگا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئیں تو خاوند نے ان کا ارادہ کیا تو اس نے انکار کر دیا تو خاوند اس پر ناراض ہو گیا۔

حضرت عروہ نے کہا: وہ ایسا آدمی تھا جسے جنون کی کچھ تکلیف تھی اسے یہ عارضہ لاحق ہوا تو اس نے اپنی بیوی سے کہا: انت علیّ کظھر أمی تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔ دور جاہلیت میں ایلاء اور ظہار طلاق تھے۔ اس نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تو اس پر حرام ہو گئی ہے''۔ اس نے عرض کی: اللہ کی قسم! اس نے طلاق کا ذکر نہیں کیا۔ پھر کہا: میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے فاقہ، تنہائی، وحشت، اپنے خاوند کے فراق اور چچازاد بھائی کی جدائی کی شکایت کرتی ہوں۔ میں نے اس کے لیے اپنے پیٹ کو بکھیر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تو اس پر حرام ہو گئی ہے''۔ وہ لگاتار بات دہراتی رہی اور رسول اللہ ﷺ اسے جواب دیتے رہے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت حسن بصری نے کہا: اس نے عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے دور جاہلیت کے طریقوں کو منسوخ کر دیا ہے جب کہ میرے خاوند نے مجھ سے ظہار کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس بارے میں مجھ پر کوئی وحی نہیں آئی''۔ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ پر ہر چیز کے بارے میں وحی کی گئی اور آپ سے اس امر کو لپیٹ دیا گیا؟ فرمایا: ''میں نے جو کچھ تجھے کہا ہے وہی کچھ ہے''۔ اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کرتی ہوں اس کے رسول کی بارگاہ میں شکایت نہیں کرتی، تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ۔

دارقطنی نے قتادہ کی حدیث سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے انہیں بیان کیا کہ حضرت اوس بن

1۔ سنن ابن ماجہ، باب فیما انکرت الجھمیۃ، حدیث نمبر 183، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

صامت نے اپنی بیوی حضرت خویلہ بنت ثعلبہ سے ظہار کیا حضرت خویلہ نے اسی کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی عرض کی: اس نے اس وقت ظہار کیا جب میری عمر بڑی ہوگئی اور میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں تو اللہ تعالیٰ نے آیت ظہار کو نازل فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اوس سے کہا: ''غلام کو آزاد کرو''۔ عرض کی: میرے پاس تو کوئی غلام نہیں۔ فرمایا: ''دو ماہ کے پے در پے روزے رکھو'' عرض کی: میری حالت یہ ہے کہ میں دن میں تین بار کھانا نہ کھاؤں تو میری نظر کمزور ہو جاتی ہے۔ فرمایا: ''ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ'' عرض کی: میں تو کوئی چیز نہیں پاتا سوائے اس کے کہ آپ صلہ رحمی اور مدد کے طور پر میری مدد فرمائیں۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پندرہ صاع کے ساتھ مدد کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اس مال کو جمع کر دیا۔

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ۝ لوگوں کی رائے ہے کہ اس صحابی کے پاس اسی کی مثل مال موجود تھا تو یہ ساٹھ مسکینوں کے لیے ہو گیا۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت سلمہ بن صخر بیاضی نے اپنی بیوی سے ظہار کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک غلام آزاد کرو'' کہا: میں نے اپنے ہاتھ سے اپنی گردن پر ہاتھ مارا عرض کی نہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں اس کے سوا کسی کا مالک نہیں۔ فرمایا: ''دو ماہ کے روزے رکھو'' میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے جو مصیبت پہنچی ہے وہ روزوں کی وجہ سے ہی پہنچی ہے۔ فرمایا: ''تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو'' (1)۔ ابن عربی نے احکام میں ذکر کیا ہے روایت کی گئی ہے کہ حضرت خولہ بنت خدیج سے ان کے خاوند نے ظہار کیا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو اس پر حرام ہو چکی ہے'' انہوں نے عرض کی: میں اپنی حاجت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتی ہوں۔ وہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تو اس پر حرام ہو چکی ہے'' اس نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرتی ہوں جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے دائیں حصہ کو دھو رہی تھیں پھر وہ بائیں حصہ کی طرف متوجہ ہوئیں جب کہ وحی ان پر نازل ہو چکی تھی وہ دوبارہ عرض کرنے لگی۔ حضرت عائشہ نے کہا: خاموش ہو جا! آپ پر وحی نازل ہو چکی ہے جب قرآن نازل ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خاوند سے فرمایا: ''ایک غلام آزاد کرو''۔ اس نے عرض کی: میں تو کوئی غلام نہیں پاتا۔ فرمایا: ''دو ماہ کے پے در پے روزے رکھو'' اس نے عرض کی: اگر میں دن میں تین بار کھانا نہ کھاؤں تو مجھے خوف ہو جاتا ہے کہ میری آنکھیں نابینا نہ ہو جائیں۔ فرمایا: ''ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ'' تو اس نے عرض کی: میری مدد کیجئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مدد کی۔ ابو جعفر نحاس نے کہا: مفسرین کی رائے ہے کہ وہ حضرت خولہ تھیں اور ان کے خاوند کا نام حضرت اوس بن صامت تھا۔ اس کے نسب میں علماء نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا: وہ ایک انصاری عورت تھی جو ثعلبہ کی بیٹی تھی۔ بعض نے کہا: وہ خدیج کی بیٹی تھی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ خویلد کی بیٹی تھی۔ بعض نے کہا: وہ صامت کی بیٹی تھی۔ بعض نے کہا: وہ ایک لونڈی تھی جو عبداللہ بن ابی کی ملک میں تھی یہی وہ لونڈی تھی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَلَا تُكْرِهُوْا

1۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب الظہار، حدیث نمبر 2052 [illegible]

فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا (النور:33) کیونکہ وہ اسے بدکاری پر مجبور کیا کرتا تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ حکیم کی بیٹی تھی۔ نحاس نے کہا: اس میں کوئی تناقض نہیں؛ یہ جائز ہے کہ ایک دفعہ وہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہو، ایک دفعہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہو، ایک دفعہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہو۔ یہ بھی جائز ہے کہ وہ عبداللہ بن ابی کی لونڈی ہو تو اسے ولاء کی وجہ سے انصاریہ کہا گیا ہو کیونکہ عبداللہ انصار میں شمار ہوتا تھا اگرچہ منافق تھا۔

مسئلہ نمبر 2۔ قَدْ سَمِعَ کو ادغام اور اظہار کی صورت میں بھی پڑھا گیا ہے۔ سماع میں اصل مسموعات کا ادراک ہے؛ یہ شیخ ابوالحسن کا پسندیدہ نقطہ نظر ہے۔ ابن فورک نے کہا: صحیح یہ ہے کہ یہ مسموع کا ادراک ہے۔ حاکم ابوعبداللہ نے سمیع کے معنی میں کہا: وہ آوازوں کا ادراک کرتا ہے جن آوازوں کا مخلوقات کانوں سے ادراک کرتی ہے جب کہ اس کے کوئی کان نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آوازیں اس پر مخفی نہیں اگرچہ وہ اس حس سے متصف نہیں جو کانوں میں رکھی گئی ہے جس طرح لوگوں میں سے اصم (بہرہ) ہوتا ہے جب اس میں حاسہ نہیں ہوتا تو وہ آواز کے ادراک کا اہل نہیں ہوتا۔ سمع اور بصر دونوں صفتیں ہیں جس طرح علم، قدرت، حیات اور ارادہ۔ یہ دونوں صفات ذات میں سے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ان سے متصف ہے۔ شکی اور اشتکی کا معنی ایک ہے اسے تحاور ک بھی پڑھا گیا ہے یعنی وہ بات کو بار بار لوٹاتی تھی۔ تجادلک یعنی وہ آپ سے سوال کرتی ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۲

''جو لوگ تم میں سے ظہار کرتے ہیں اپنی بیویوں سے وہ ان کی مائیں نہیں ہیں، نہیں ہیں ان کی مائیں بجز ان کے جنہوں نے انہیں جنا ہے، بے شک یہ لوگ کہتے ہیں بہت بری بات اور جھوٹ، اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت درگزر فرمانے والا بہت بخشنے والا ہے''۔

اس میں تیئیس مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ ابن عامر، حمزہ، کسائی اور خلف نے یاء کے فتحہ، ظاء کی تشدید اور الف کے ساتھ پڑھا ہے۔ نافع، ابن کثیر، ابوعمرو اور یعقوب نے یظھرون یعنی الف کو حذف کرنے، ھاء اور ظاء کی تشدید اور یاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابوالعالیہ، عاصم اور زر بن حبیش نے یظاھرون یعنی یاء کے ضمہ، ظاء کی تخفیف، الف اور ھاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ سورۂ احزاب میں یہ بات پہلے گزر چکی ہے۔ ابی کی قرأت میں یتظاھرون ہے؛ یہ ابن عامر اور حمزہ کی قرأت کا معنی ہے۔ ظہر کے لفظ کا ذکر رکوب کے معنی سے کنایہ ہے عورت کے بطن پر سوار ہوا جاتا ہے لیکن ظہر کو اس سے کنایۃً ذکر کیا۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: نزل عن أمراته اسے طلاق دے دی، گویا وہ سواری سے اتر آیا۔ أنت علی کظھر امی یعنی تو مجھ پر حرام ہے تیرے اوپر سوار ہونا میرے لیے حلال نہیں۔

مسئلہ نمبر 2۔ ظہار کی حقیقت یہ ہے کہ ایک ظہر کو دوسری ظہر سے تشبیہ دی جاتی ہے اس کے حکم کا موجب یہ چیز ہے

کہ حلال پشت کو حرام پشت سے تشبیہ دی جاتی ہے(1)۔ اکثر علماء کی رائے یہ ہے: اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا أنت علی کظھر بنتی او أختی وغیرہ جب کہ جس عورت کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے وہ ذوات المحارم میں سے ہو تو وہ مظاہر ہوگا؛ یہ امام مالک، امام ابوحنیفہ وغیرہ کا مذہب ہے۔ امام شافعی سے اس بارے میں اختلاف مروی ہے۔ ان سے امام مالک کے قول جیسا قول بھی مروی ہے کیونکہ اس نے اپنی بیوی کو ایسی محرم کی پشت سے تشبیہ دی ہے جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام تھی جیسے ماں۔ ان سے ابوثور نے روایت کی ہے کہ ظہار صرف ماں کے ساتھ ہی ہوسکتا ہے؛ یہ قتادہ اور شعبی کا مذہب ہے۔ پہلا قول حضرت حسن بصری، نخعی، زہری، اوزاعی اور ثوری کا نقطہ نظر ہے۔

مسئلہ نمبر 3۔ ظہار کی اصل یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے: أنت علی کظھر أمی اللہ تعالیٰ نے ظہر کا لفظ بطن سے کنایہ اور پردہ کے طور پر ذکر کیا ہے اگر وہ کہے: أنت علی کأمی اور ظہر کا ذکر نہیں کیا یا کہا أنت علی مثل أمی اگر اس صورت میں ظہار کا ارادہ کیا تو جو اس نے نیت کی وہی حکم ہوگا۔ اگر طلاق کا ارادہ کیا تو امام مالک کے نزدیک اسے طلاق بائنہ ہو جائے گی، اگر طلاق اور ظہار کی نیت نہ ہو تو وہ مظاہر ہوگا صریح ظہار نیت کے ساتھ طلاق کی طرف نہیں پھرے گا۔ جس طرح صریح طلاق اور معروف کنایہ ظہار کی طرف نہیں پھرے گا۔ ظہار کو جب کنایہ کی صورت میں ذکر کیا گیا تو یہ نیت کے ساتھ طلاق بائنہ کی طرف پھر جائے گا۔

مسئلہ نمبر 4۔ ظہار کے الفاظ دو قسم کے ہیں صریح، کنایہ، صریح یہ ہے أنت علی کظھر أمی، أنت عندی و أنت منی وأنت معی کظھر امی، تو مجھ پر، میرے ہاں میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔ اس طرح اس کا یہ قول أنت علی کبطن أمی أو کر أسھا أو فرجھا أو نحوہ اسی طرح اس کا یہ قول فرجك، رأسك، ظھرك، بطنك، رجلك علی کظھر أمی تو اس صورت میں بھی وہ مظاہر ہوگا۔ اس کا قول یدك، رجلك، رأسك، فرجك طالق تو اسے طلاق ہو جائے گی۔

امام شافعی کا ایک قول یہ ہے: وہ ظہار کرنے والا نہیں ہوگا۔ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ انہوں نے ہمارے ساتھ موافقت کی ہے کہ ان اعضاء کی طرف طلاق کو منسوب کرنا صحیح ہے۔ امام ابوحنیفہ نے اس سے اختلاف کیا تو پس اس کی طرف ظہار کی نسبت کرنا بھی صحیح ہے۔ جس نے اپنی بیوی کو اپنی ماں، اپنی دادی خواہ باپ کی جانب سے ہو یا ماں کی جانب سے تو بغیر کسی اختلاف کے وہ ظہار ہوگا۔ اگر اس نے ان کے علاوہ کسی اور ایسی عورت سے اپنی بیوی کو تشبیہ دی جو کسی حال میں بھی اس کے لیے حلال نہیں ہوتی جس طرح بیٹی، بہن، پھوپھی اور خالہ تو اکثر فقہاء کے نزدیک وہ مظاہر ہوگا اور امام شافعی کا بھی صحیح مذہب یہی ہے۔ جو ہم نے ذکر کیا ہے اس کا کنایہ ہے کہ وہ کہے: أنت علی کأمی أو مثل أمی اس میں نیت کا اعتبار ہوگا اگر ظہار کا ارادہ کیا تو ظہار ہوگا اگر ظہار کا ارادہ نہ کیا تو امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہار نہیں ہوگا۔ امام مالک کا مذہب اس کے بارے میں پہلے گزر چکا ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو ماں کے ساتھ تشبیہ دی ہے تو یہ ظہار ہوگا اس کی اصل یہ ہے کہ وہ ظہر کے لفظ کا ذکر کرے اور یہ قوی ہے کیونکہ لفظ کا معنی اس میں موجود ہے اور لفظ اپنے معنی کے ساتھ ہی ہوتا ہے ظہر کا

1۔ احکام القرآن لابن العربی

حکم اپنے لفظ کی وجہ سے لازم نہیں اسے اس کے معنی کی وجہ سے لازم کیا گیا ہے جو تحریم ہے؛ یہ ابن عربی کا قول ہے۔(1)

مسئلہ نمبر 5۔ اگر اس نے اپنی بیوی کو اپنی ماں کے کسی عضو کے ساتھ تشبیہ دی تو وہ ظہار کرنے والا ہوگا جب کہ امام ابوحنیفہ نے اس سے اختلاف کیا ہے آپ کا کہنا ہے: اگر خاوند نے اپنی بیوی کو کسی ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ دی جس کی طرف دیکھنا اس کے لیے حلال تھا تو وہ مظاہر نہیں ہوگا۔ یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ استمتاع کے طریقہ پر اس کی طرف دیکھنا حلال نہیں اس میں تشبیہ واقع ہے اور مظاہر نے اس کا قصد کیا ہے۔ امام شافعی نے ایک قول میں کہا: وہ صرف اس صورت میں مظاہر ہوگا جب وہ لفظ ظہر کا ذکر کرے گا۔ یہ استدلال فاسد ہے کیونکہ اس کا ہر عضو حرام ہے تو اس عضو کے ساتھ تشبیہ ظہار ہوگا جس طرح ظہر کا لفظ ذکر کیا جائے تو ظہار ہوتا ہے کیونکہ ظہار کرنے والا حلال عورت کو حرام عورت کے ساتھ تشبیہ دینے کا ارادہ کرتا ہے تو حکم ضرور لازم ہوگا۔

مسئلہ نمبر 6۔ اگر اس نے اپنی بیوی کو کسی اجنبی عورت کے ساتھ تشبیہ دی اگر اس نے ظہار کا ذکر کیا تو وہ ظہار ہوگا پہلے مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے۔ اگر لفظ ظہر کا ذکر نہ کیا تو اس میں ہمارے علماء نے اختلاف کیا ہے ان علماء میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے کہا: یہ ظہار ہے، ان میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے کہا: یہ طلاق ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے کہا: یہ کچھ بھی نہیں۔ ابن عربی نے کہا یہ فاسد ہے(2) کیونکہ حلال عورت کو حرام عورت کے ساتھ تشبیہ دی ہے تو یہ اس کے حکم کے ساتھ مقید ہوگی جس طرح ظہر کا لفظ ہے ہمارے نزدیک اسماء معانی کے ساتھ ہوتے ہیں جب کہ ان کے نزدیک اپنے الفاظ کے ساتھ ہوتے ہیں یہ ان کی جانب سے اصل کے خلاف ہے۔

میں کہتا ہوں: اجنبیہ کے ساتھ جب تشبیہ دی جائے تو امام مالک کے نزدیک ظہار میں اختلاف کیا ہے۔ آپ کے اصحاب میں سے کچھ وہ ہیں جو ظہار صرف اس صورت میں تسلیم کرتے ہیں جب ذوی المحارم کے ساتھ تشبیہ دی جائے اور باقی ماندہ عورتوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی صورت میں وہ ظہار تسلیم نہیں کرتے۔ ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو اسے کوئی چیز بھی قرار نہیں دیتے اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اجنبی میں اسے طلاق قرار دیتے ہیں۔ امام مالک کے نزدیک جب اس نے کہا: کظھر ابنی أو غلامی او کظھر زید او کظھر أجنبیة تو یہ ظہار ہوگا اس عورت کے ساتھ قسم کے ہوتے ہوئے وطی کرنا حلال نہیں ہوگا۔ ان سے یہ بھی مروی ہے جب غیر ذوی المحارم کے ساتھ تشبیہ دی جائے تو یہ کچھ بھی نہیں جس طرح کوفی اور امام شافعی نے کہا: اوزاعی نے کہا: اگر اس خاوند نے کہا: أنت علیّ کظھر فلان رجل تو یہ قسم ہوگی وہ اس قسم کا کفارہ دے گا۔

مسئلہ نمبر 7۔ جب اس نے کہا: انت علیّ حرام کظھر أمی یہ ظہار ہوگا، طلاق نہیں ہوگی کیونکہ اس کا قول أنت علیّ حرام یہ طلاق کے ساتھ حرمت کا احتمال رکھتا ہے تو اس عورت کو طلاق ہو جائے گی۔ یہ ظہار کی وجہ سے بھی حرمت کا احتمال رکھتی ہے جب اس نے وضاحت کر دی تو یہ دو احتمالوں میں سے ایک کی تفسیر ہوگی اس میں اس کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا۔(3)

مسئلہ نمبر 8۔ ظہار ہر ایسی بیوی کے بارے میں لازم ہو جائے گا وہ مدخولہ ہو یا نہ ہو کسی بھی ایسی حالت میں جس میں

1۔ احکام القرآن لابن العربی 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

اس بیوی کو طلاق جائز ہو اسی طرح امام مالک کے نزدیک اس لونڈی کے ساتھ بھی ظہار کرنا جائز ہے جس کے ساتھ اس کا وطی کرنا جائز ہے۔ جب مرد نے ان کے ساتھ ظہار کیا تو ان کے بارے میں ظہار لازم ہو جائے گا۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے کہا: لازم نہیں ہوگا۔ قاضی ابوبکر بن عربی نے کہا: یہ ہمارے لیے بہت مشکل مسئلہ ہے کیونکہ امام مالک کہا کرتے تھے: جب اس نے اپنی لونڈی سے کہا أنت علیّ حرام تو یہ لازم نہیں آتا۔ اس میں صریح تحریم کیسے باطل ہوگی اور کنایہ صحیح ہوگا۔ مگر لونڈی مِّنۡ نِّسَآئِهِمۡ کے عموم میں داخل ہے کیونکہ اس نے ان کی حلال عورتوں کا ارادہ کیا ہے۔ اس میں علت یہ ہے کہ یہ ایسا لفظ ہے جو بضع کے متعلق ہے عقد ختم کرنے کے متعلق نہیں پس لونڈی میں ظہار صحیح ہے اس کی اصل اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھانا ہے۔

مسئلہ نمبر 9۔ نکاح سے پہلے بھی ظہار ہو سکتا ہے جب وہ اس عورت سے نکاح کرے جس سے اس نے ظہار کیا ہو؛ یہ امام مالک کا نقطہ نظر ہے۔ جب کہ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہار لازم نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے مِّنۡ نِّسَآئِهِمۡ جب کہ وہ عورتیں جس سے ابھی شادی نہ ہوئی ہو وہ اس کی عورتوں میں سے نہیں سورۂ برأت میں اس مسئلہ کی اصل آیت وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ عٰهَدَ اللّٰهَ (التوبہ: 75) میں گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر 10۔ ذمی کا ظہار لازم نہیں ہوتا؛ یہ امام ابوحنیفہ کا نقطہ نظر ہے۔ امام شافعی نے کہا: ذمی کا ظہار صحیح ہے ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے مِنۡكُمۡ یعنی مسلمانوں میں سے۔ یہ کلام ذمی کے خطاب سے نکلنے کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے: یہ خطاب کی دلیل سے استدلال ہے۔ ہم کہیں گے: یہ اشتقاق اور معنی سے استدلال ہے کیونکہ کفار کے نکاح فاسد اور فسخ کے مستحق ہیں ان کے ساتھ طلاق اور ظہار کا حکم متعلق نہیں ہوتا؛ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے وَّاَشۡهِدُوۡا ذَوَیۡ عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ (الطلاق: 2) جب نکاح صحت کی شروط سے خالی ہوں تو یہ فاسد ہوں گے نکاح فاسد میں کسی حال میں بھی ظہار نہیں (1)۔

مسئلہ نمبر 11۔ مِنۡكُمۡ کے الفاظ غلام کے ظہار کے صحیح ہونے کا تقاضا کرتے ہیں جو اس سے منع کرتے ہیں انہوں نے اس سے اختلاف کیا ہے؛ ثعلبی نے اسے امام مالک سے حکایت کیا ہے کیونکہ وہ مسلمانوں میں سے ہے اور اس کے حق میں احکام نکاح ثابت ہیں اگرچہ اس پر غلام آزاد کرنا اور کھانا کھلانا متعذر ہے۔ وہ صرف روزوں پر قادر ہے۔

مسئلہ نمبر 12۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: عورتیں ظہار نہیں کر سکتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَلَّذِیۡنَ یُظٰهِرُوۡنَ مِنۡكُمۡ مِّنۡ نِّسَآئِهِمۡ یہ نہیں فرمایا واللائی یظهرن منکم من جھن ظہار صرف مردوں کے لیے ہے۔ ابن عربی نے کہا (2)، ابن قاسم، سالم، یحییٰ بن سعید، ربیعہ اور ابوزناد سے یہی روایت کیا ہے معنی کے اعتبار سے یہ صحیح ہے کیونکہ حل، عقد، تحلیل اور تحریم نکاح کے معاملہ میں مردوں کے ہاتھ میں ہے۔ ان میں سے عورتوں کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں یہی اجماع ہے۔ ابو عمر نے کہا: جمہور کے قول کے مطابق عورتوں پر کوئی ظہار نہیں۔ حسن بن زیاد نے کہا: وہ ظہار کر سکتی ہے۔ امام ثوری، امام ابوحنیفہ اور امام محمد نے کہا: نکاح سے قبل، اس کے بعد عورت اپنے خاوند سے ظہار نہیں کر سکتی۔ امام شافعی نے کہا: عورت

1۔ احکام القرآن لابن العربی 2۔ ایضاً

اپنے خاوند سے ظہار نہیں کر سکتی۔ امام اوزاعی نے کہا: جب عورت اپنے خاوند سے کہے أنت علیّ کظھر أمی أو کظھر فلانۃ تو یہ عورت کی جانب سے قسم ہو جائے گی وہ اس کا کفارہ دے گی۔ اسحاق نے اسی طرح کہا ہے: ایک عورت خاوند سے ظہار کرنے والی نہیں ہو سکتی لیکن اس پر قسم لازم ہوگی جس کا وہ کفارہ دے گی۔ زہری نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ وہ ظہار کا کفارہ دے اس کا یہ قول اس کے اور اس کے خاوند کے درمیان حقوق زوجیت کے اعتبار سے حائل نہیں ہوگا۔ یہ روایت ان سے معمر نے نقل کی ہے۔ ابن جریج نے عطا سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس پر جو امر حلال کیا تھا اس نے اسے حرام کر دیا اس پر کفارہ یمین ہوگا؛ یہ امام ابو یوسف کا قول ہے۔ محمد بن حسن نے کہا: اس پر کوئی چیز لازم نہیں۔

مسئلہ نمبر 13۔ جسے کچھ جنون کا مرض ہو۔ کسی موقع پر اس کے کلام میں نظم پیدا ہو جائے جب وہ ظہار کرے تو اس پر ظہار لازم ہو جائے گا، کیونکہ حدیث طیبہ میں یہ روایت مروی ہے کہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ جن کے خاوند کا نام اوس بن صامت تھا اسے جنون کی کچھ شکایت تھی اور اس نے اپنی بیوی سے ظہار کیا۔

مسئلہ نمبر 14۔ جس کو غصہ آئے اور وہ اپنی بیوی سے ظہار کر لے یا اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کا غصہ اس کے حکم کو ساقط نہیں کرے گا۔ ایک حدیث کی سند میں ہے کہ یوسف بن عبداللہ بن سلام نے حضرت خولہ جو حضرت اوس بن صامت کی زوجہ تھیں سے روایت نقل کی ہے حضرت خولہ نے کہا: میرے اور اس کے (خاوند) کے درمیان کچھ ناراضگی ہوئی تو اس نے کہا: أنت علیّ کظھر أمی تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے پھر وہ اپنی قوم کی مجلس کی طرف چلے گئے۔ حضرت خولہ کا قول کان بینی وبینہ شیٔ میں دلیل ہے کہ ان میں کوئی جھگڑا ہوا تھا جس نے انہیں مجبور کیا تو ان کے خاوند نے ان سے ظہار کر لیا۔ غضب لغو چیز ہے یہ کسی حکم کو ختم نہیں کرتی اور نہ ہی شرعی حکم میں تبدیلی کرتی ہے، اسی طرح نشہ ہے۔

مسئلہ نمبر 15۔ جب خاوند نشہ کی حالت میں ہو اور وہ اپنے قول کو سمجھتا ہو اور کلام کو منظم کر سکتا ہو تو ظہار اور طلاق کا حکم اس پر لازم آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (النساء:43) جس طرح سورۂ نساء میں اس کی وضاحت گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر 16۔ مظاہر اپنی بیوی کے قریب نہ آئے، اس سے مباشرت نہ کرے اور کسی بھی حوالے سے اس سے لذت حاصل نہ کرے یہاں تک کہ وہ کفارہ ادا کرے مگر امام شافعی نے اپنے دو قولوں میں سے ایک میں اختلاف کیا ہے کیونکہ خاوند کا یہ قول أنت علیّ کظھر أمی تقاضا کرتا ہے کہ ہر قسم کا استمتاع حرام ہو وہ لفظ کے ساتھ ہو یا اس کے معنی یعنی عمل کی صورت میں ہو۔

مسئلہ نمبر 17۔ اگر وہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے وطی کرے تو اللہ تعالیٰ سے بخشش کا طالب ہو اور اس سے رک جائے یہاں تک کہ ایک کفارہ ادا کرے۔ مجاہد اور دوسرے علماء نے کہا: اس پر دو کفارے لازم ہیں۔ سعید نے قتادہ سے اور مطرف نے رجاء بن حیوہ سے وہ قبیصہ بن ذویب سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مظاہر کے بارے میں روایت نقل کرتے ہیں: جب اس نے کفارہ ادا کرنے سے قبل وطی کی تو اس پر دو کفارے ہوں گے۔ معمر نے قتادہ سے روایت نقل کی ہے کہ قبیصہ بن

ذویب نے کہا: اس پر دو کفارے ہوں گے۔ ائمہ کی جماعت نے روایت کی جب کہ ان میں ابن ماجہ اور نسائی بھی ہیں: ایک آدمی نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تو کفارہ ادا کرنے سے قبل اس سے جماع کیا پھر وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس واقعہ کا آپ کے سامنے ذکر کیا آپ نے پوچھا: ''کس چیز نے تجھے اس امر پر برانگیختہ کیا؟'' اس نے عرض کی: میں نے چاند کی روشنی میں اس کے پازیب کی سفیدی کو دیکھا تو میں اپنے آپ پر قابو نہ کر سکا تو میں نے اس سے جماع کر لیا۔ نبی کریم ﷺ ہنس پڑے اور اسے حکم دیا کہ ''وہ اس کے قریب نہ جائے یہاں تک کہ وہ کفارہ ادا کر لے'' (1)۔ ابن ماجہ اور دارقطنی نے سلیمان بن یسار سے وہ حضرت سلمہ بن صخر سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ظہار کیا پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے اپنی بیوی سے جماع کر لیا پھر رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اسے ایک کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا۔

مسئلہ نمبر 18۔ جب کوئی مرد ایک ہی کلمہ سے چار عورتوں سے ظہار کرے جس طرح وہ کہے أنت علیّ کظھر أمی وہ ان میں سے ہر عورت سے ظہار کرنے والا ہو گا ان میں سے کسی سے بھی وطی کرنا اس کے لیے جائز نہیں ہو گا اور صرف ایک کفارہ اس کے لیے کافی ہو گا۔ امام شافعی نے کہا: اسے چار کفارے لازم ہوں گے۔ آیت میں اس پر کوئی دلیل نہیں کیونکہ جمع کا لفظ عام مومنوں کے بارے میں ہے اعتماد معنی پر ہو گا۔ دارقطنی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب کہا کرتے تھے: جب ایک مرد کی چار بیویاں ہوں تو وہ ان سے ظہار کرے تو اسے ایک کفارہ ہی کافی ہو گا۔ اگر وہ ایک کے بعد دوسری سے ظہار کرے تو ہر ایک میں ایک کفارہ لازم آئے گا۔ یہی اجماع ہے۔

مسئلہ نمبر 19۔ اگر اس نے چار عورتوں سے کہا: اگر میں تم سے شادی کروں تو تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو اس نے ان میں سے ایک عورت سے شادی کی تو وہ ان کے قریب نہ جائے یہاں تک کہ وہ کفارہ دے پھر سب عورتوں کے بارے میں اس کی قسم ختم ہو جائے گی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ باقی عورتوں سے بھی وطی نہیں کر سکتا (شادی کے بعد) یہاں تک کہ وہ کفارہ ادا کرے۔ پہلا قول مذہب ہے۔

مسئلہ نمبر 20۔ اگر اس نے اپنی بیوی سے کہا: أنت علیّ کظھر أمی، وانت طالق البتہ (2) تو اسے طلاق اور ظہار دونوں لازم ہو جائیں گے، وہ کفارہ نہیں دے گا یہاں تک کہ اس عورت سے ایک اور خاوند کے بعد نکاح کرے اور جب اس سے نکاح کر لیا تو کفارہ ادا کرنے سے پہلے اس سے وطی نہ کرے۔ اگر اس نے کہا: أنت طالق البتۃ وأنت علیّ کظھر أمی اسے طلاق لازم ہو جائے گی اور اسے ظہار لازم نہیں ہو گا کیونکہ جس کو طلاق بائنہ دی جا چکی ہو اسے ظہار لاحق نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ نمبر 21۔ بعض علماء نے کہا: جس بیوی سے حقوق زوجیت ادا نہ کیے ہوں اس کے ساتھ ظہار کرنا درست

1۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب فی الظہار، حدیث 1898، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب المظاھر یجامع قبل ان یکفر، حدیث 2054، ضیاء القرآن پبلی کیشنز

2۔ یہاں البتہ سے مراد طلاقیں ہیں جس طرح عبارت سے اسے سمجھا جا رہا ہے جس طرح ابن عربی نے کہا ہے جب اس نے ظہار کے بعد تین طلاقیں دیں پھر نکاح جدید کے ساتھ وہ عورت اس کی طرف لوٹی تو وہ وطی نہیں کرے گا یہاں تک کہ وہ کفارہ ادا کرے۔

نہیں۔ مزنی نے کہا: مطلقہ رجعیہ سے ظہار صحیح نہیں۔ یہ قول کچھ بھی نہیں کیونکہ دونوں صورتوں میں زوجیت کے احکام باقی ہیں جس طرح ایسی عورت کو طلاق ہو سکتی ہے اسی طرح ظہار بھی ہو سکتا ہے۔ قیاس ونظر یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

مسئلہ نمبر 22۔ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں۔ عام قرأت أمھاتھم ہے اہل حجاز کی لغت کے مطابق تاء مسکور ہے۔ جس طرح فرمایا: مَا هٰذَا بَشَرًا (یوسف: 31) فراء نے کہا: اہل نجد اور بنو تمیم کہتے ہیں: ما ھذا بشر، ماھن أمھاتھم یہ مرفوع ہے۔ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ان کی مائیں نہیں مگر جنہوں نے انہیں جنا ہے ضرب المثل ہے ولدك مَنْ دَمّٰی عقبیك تیری والدہ وہ ہے جس نے تیرے بعد خون بہایا۔ اس بارے میں گفتگو سورۂ احزاب میں گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر 23۔ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا، منکر کا معنی ہے ایسی بات جو شروع میں معروف نہ ہو اور زور سے مراد جھوٹ ہے (1) وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ وہ عفو و غفور اس اعتبار سے ہے کہ اس نے کفارہ کو اس قول سے خلاصی کے لیے ذریعہ بنا دیا ہے۔

وَ الَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ؕ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

''جو لوگ ظہار کر بیٹھیں اپنی عورتوں سے پھر وہ پلٹنا چاہیں اس بات سے جو انہوں نے کہی تو (خاوند) غلام آزاد کرے اس سے قبل کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، یہ ہے جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو تم کر رہے ہو (اس سے) آگاہ ہے۔ پس جو شخص غلام نہ پائے تو وہ دو ماہ لگا تار روزے رکھے اس سے قبل کہ وہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جو اس پر بھی قادر نہ ہو تو کھانا کھلائے ساٹھ مسکینوں کو، یہ اس لیے کہ تم تصدیق کرو اللہ اور اس کے رسول (کے فرمان) کی اور یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں اور منکرین کیلئے دردناک عذاب ہے''۔

اس میں بارہ مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ وَ الَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ ہے کیونکہ کلام اس پر دلالت کرتی ہے اس لیے اسے حذف کر دیا گیا ہے یعنی فعلیھم تحریر رقبة۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کفارتھم عتق رقبة ظہار کے معاملہ میں جس قول پر تمام علماء کا اجماع ہے وہ ایک آدمی کا اپنی بیوی کو یہ کہنا ہے: أنت علی کظھر أمی یہ وہ قول منکر اور قول زور ہے جس کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد میں فرمایا ہے: وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا جس نے یہ

1۔ تفسیر بغوی

قول کیا اس پر اپنی بیوی سے وطی کرنا حرام ہے۔ جس نے یہ بات کہی پھر اس سے رجوع کیا تو اس پر کفارہ ظہار لازم ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ یہ کلام اس بات کے رد پر دلالت کرتا ہے کہ کفارہ ظہار صرف قول سے لازم نہیں آتا یہاں تک کہ اس کے ساتھ رجوع ملا ہوا ہو۔ یہ مشکل حرف ہے اس میں اختلاف پایا جاتا ہے اس کے بارے میں سات اقوال ہیں: (۱) اس سے مراد وطی پر عزم ہے یہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا مشہور قول ہے۔ امام مالک سے مروی ہے: اگر اس نے وطی کا عزم کر لیا تو یہ عود تصور ہوگا اگر اس نے وطی کا عزم نہ کیا تو یہ عود نہ ہوگا (۲) اس سے ظہار کرنے کے بعد امساک (اپنے پاس روکنے پر عزم)؛ یہ امام مالک کا قول ہے (۳) دونوں پر اس کا عزم؛ یہ امام مالک کا موطا میں قول منقول ہے۔ امام مالک نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا کے بارے میں کہا: میں نے سنا کہ اس کی تفسیر یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی بیوی سے ظہار کرے پھر وہ اس کے ساتھ حقوق زوجیت ادا کرے اور اس کو اپنے پاس روکنے کا پختہ عزم کرے۔ اگر اس نے یہ عزم کر لیا تو اس پر کفارہ واجب ہوگا۔ اگر اس نے اسے طلاق دے دی اور اس کے ساتھ حقوق زوجیت ادا نہ کیے اور اسے پاس رکھنے کا ارادہ نہ کیا تو اس پر کوئی کفارہ نہ ہوگا۔ امام مالک نے کہا: اگر اس نے اس سے اس کے بعد شادی کی تو جب تک کفارہ ظہار ادا نہ کرے تو اس پر کوئی کفارہ نہیں ہوگا۔ (۴) عود سے مراد وطی کرنا ہے اگر اس نے وطی نہ کی تو یہ عود نہ ہوگا؛ یہ حضرت حسن بصری اور امام مالک کا نقطہ نظر ہے (۵) امام شافعی نے کہا: اس سے مراد ہے کہ ظہار کے بعد طلاق پر قادر ہونے کے باوجود وہ اس کو اپنی بیوی کی حیثیت سے روکے رکھے کیونکہ جب اس نے ظہار کیا تھا تو اس نے تحریم کا قصد کیا تھا اگر اس نے اس کو طلاق دے دی تو اس نے اس کے برعکس کر دیا جو اس نے حرمت واقع کرنے کا قصد کیا تھا اس پر کوئی کفارہ نہیں ہوگا۔ اگر وہ طلاق دینے سے رک گیا تو وہ اس امر کی طرف لوٹ آیا جس پر وہ پہلے سے تھا تو اس پر کفارہ واجب ہوگا (۶) ظہار حرمت کو ثابت کرتا ہے اسے کفارہ ہی ختم کر سکتا ہے۔ اس قول کے قائلین کے نزدیک عود کا معنی ہے اس کے ساتھ وطی کرنا مباح نہیں مگر اس صورت میں کہ پہلے وہ کفارہ ادا کرے؛ یہ امام ابوحنیفہ آپ کے اصحاب اور لیث بن سعد کا نقطہ نظر ہے۔ (۷) اس سے مراد ظہار کے لفظ کو مکرر ذکر کرنا ہے؛ یہ اہل ظواہر کا قول ہے۔ جو قیاس کی نفی کرتے ہیں انہوں نے کہا: اگر اس نے ظہار کا لفظ مکرر ذکر کیا تو یہی لوٹنا ہے اگر مکرر ذکر نہیں کیا تو یہ لوٹنا نہیں؛ اس قول کو بکیر بن اشج، ابو العالیہ اور امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے؛ یہ فراء کا قول ہے۔ ابو العالیہ نے کہا: آیت کا ظاہر اس کی تائید کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا یعنی جو انہوں نے کہا اس کی طرف لوٹتے ہیں۔ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے فرمان وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا کے بارے میں روایت نقل کی ہے کہ اس سے مراد ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو کہتا ہے: أنت علی کظهر أمی جب اس نے اپنی بیوی کو یہ کہا تو وہ اس پر حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ وہ کفارہ ظہار ادا کرے (1)۔ ابن عربی نے کہا: جہاں تک اس قول کا تعلق ہے کہ اس سے مراد لفظ ظہار کی طرف لوٹنا ہے تو یہ قطعی طور پر باطل ہے، یہ بکیر سے ثابت نہیں یہ اس کے

1۔ تفسیر طبری

زیادہ مشابہ ہے کہ یہ داؤد اور اس کے متبعین کی جہالت ہے۔ ظہار کرنے والوں کے قصے روایت کیے گئے ہیں ان پر کفاروں کے واجب ہونے کے ذکر میں ان کے قول کو دوبارہ کرنے کا ذکر نہیں۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ معنی اس کی نفی کر دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس قول کی یہ صفت بیان کی ہے کہ یہ قول منکر اور زور ہے تو اسے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے: جب تو نے ایسا قول دوبارہ کیا اور ممنوع سبب دوبارہ کیا تو تجھ پر کفارہ واجب ہو جائے گا؟ یہ قابل فہم بات نہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہر وہ سبب جو کفارہ کو واجب کرتا ہے اس میں اعادہ کی کوئی شرط نہیں وہ قتل ہو، روزہ کی حالت میں وطی ہو یا کوئی اور چیز (1)۔

میں کہتا ہوں: اس (ابن عربی) کا قول یہ اس کے مشابہ ہے کہ یہ داؤد اور اس کے پیروکاروں کی جہالت ہو یہ ابن عربی کی جانب سے اس پر ایک بات کو مسلط کرنا ہے اس نے داؤد کا وہ قول کیا جس کو ہم نے اس سے ذکر کیا ہے جہاں تک امام شافعی کے قول کا تعلق ہے کہ یہ طلاق پر قدرت کے باوجود اسے ترک کرتا ہے تو تین اہم امور اس کی نفی کرتے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ثُمَّ یہ ظاہر میں تراخی کا تقاضا کرتا ہے (۲) اللہ تعالیٰ کا فرمان: ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ ایک جہت سے فعل کے وجود کا تقاضا کرتا ہے اور مرور زمانہ اس کی جانب سے فعل نہیں (۳) طلاق رجعی ملک کی بقا کے منافی نہیں تو ظہار کا حکم ساقط نہیں ہوگا جس طرح ایلاء ہے۔ اگر یہ قول کیا جائے: جب اس نے اسے اپنی ماں کی حیثیت میں دیکھا ہے تو اسے اپنے پاس نہ روکے کیونکہ ماں کو نکاح میں روکنا صحیح نہیں۔ ماوراء النہر کے علماء کے قول کا انحصار اسی استدلال پر ہے۔ میں کہتا ہوں: جب اس نے اپنے قول کے خلاف کا عزم کر لیا اور اسے اپنی ماں کے خلاف دیکھا تو کفارہ ادا کر دیا اور اپنے اہل کی طرف لوٹ آیا۔ اس قول کی وضاحت یہ ہے کہ عزم قول نفسی ہے یہ ایسا آدمی ہے جس نے ایسا قول کیا جو تحلیل کا تقاضا کرتا ہے وہ نکاح ہے اور اس نے ایسا قول کیا جو تحریم کا تقاضا کرتا ہے وہ ظہار ہے پھر اس نے اس کی طرف رجوع کیا جو اس نے کہا تھا وہ تحلیل ہے۔ یہ صحیح نہیں کہ اس کی جانب سے عقد کی ابتداء ہو، کیونکہ عقد باقی ہے تو کوئی چیز باقی نہیں مگر یہ کہ اس نے ایسا عزم کیا جو اس کے اعتقاد کے مخالف تھا اس نے اپنے دل میں ظہار کا قول کیا تھا جس کی خبر اس نے أنت علی کظهر أمی کے قول سے دی، جب یہ اس طرح ہے تو اس نے کفارہ ادا کیا اور اپنے اہل کی طرف لوٹ آیا کیونکہ ارشاد ہے مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا یہ بہت عمدہ تفسیر ہے۔

مسئلہ نمبر 2۔ بعض علماء نے کہا: آیت میں تقدیم و تاخیر ہے معنی ہے جو اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اس کی طرف رجوع کرتے ہیں جس پر وہ پہلے تھے یعنی جماع کیا تو اس پر غلام کو آزاد کرنا لازم ہے یعنی انہوں نے جو کچھ کہا ہے اس کی وجہ سے ان پر غلام آزاد کرنا لازم ہے۔ لِمَا قَالُوْا کا حرف جار اسی محذوف کے متعلق ہے جو مبتدا کی خبر ہے وہ علیہم ہے؛ یہ اخفش کا قول ہے۔ زجاج نے کہا: معنی ہے وہ جماع کے ارادہ کی طرف لوٹتے ہیں اس وجہ سے جو انہوں نے کہا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی یہ ہے وہ دور جاہلیت میں اپنی بیویوں سے ظہار کیا کرتے تھے پھر وہ دور اسلام سے اس بات کی طرف لوٹتے ہیں جو انہوں نے دور جاہلیت میں کہی تھی تو جس نے دور اسلام میں ایسی بات کہی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کرے۔ فراء نے کہا: لام، عن کے معنی میں ہے معنی ہے جو انہوں نے کہا اسی سے وہ رجوع کرتے ہیں اور وطی کا ارادہ کرتے

1۔ احکام القرآن لابن العربی

ہیں۔ اخفش نے کہا: لِمَا قَالُوْا اور الی قالوا دونوں ایک ہی ہیں لام اور الی ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا (الاعراف: 43)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ○ (الصافات) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ○ (الزلزلۃ) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاُوْحِیَ اِلٰى نُوْحٍ (ہود: 36)

مسئلہ نمبر 3۔ فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ اس پر غلام کا آزاد کرنا لازم ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: حررتہ یعنی میں نے اسے آزاد کر دیا۔ پھر اس غلام کے لیے ضروری ہے کہ وہ کامل ہو اور ہر عیب سے محفوظ ہو۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک اس کے کامل ہونے سے مراد اس کا مسلمان ہونا ہے جس طرح کفارہ قتل میں مسلمان غلام ہی آزاد کیا جا سکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک کافر غلام بھی آزاد کیا جا سکتا ہے اسی طرح وہ غلام بھی آزاد کیا جا سکتا ہے جس میں رق کا شائبہ ہو جیسے مکاتبت وغیرہ۔

مسئلہ نمبر 4۔ اگر اس نے دو غلاموں کا ایک ایک نصف آزاد کیا تو ہمارے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز نہیں ہو گا۔ امام شافعی نے کہا: جائز ہے کیونکہ دو غلاموں کا نصف ایک غلام کے معنی میں ہے کیونکہ غلام کی صورت میں کفارہ کا طریقہ مال ہے تو اس میں تبعیض اور تجزیہ جائز ہے جس طرح کھانا کھلانا۔ ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ اس اسم سے مراد ایک شخص ہے۔ رقبہ کا بعض رقبہ نہیں یہ ان چیزوں میں سے نہیں جس میں دو چیزوں کو ملا کر داخل کیا جا سکے کیونکہ وہ عبارت جو ایک رقبہ کے متعلق ہے تو دو رقبہ کا نصف اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ اس کی اصل یہ ہے کہ جب آدمی دو قربانیوں میں شریک ہوں اور اس لیے بھی کہ اگر کسی نے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ اس کی طرف سے ایک حج کریں تو ان میں سے کسی کے لیے جائز نہیں ہو گا کہ ان دونوں میں ایک اس کا نصف حج کرے اسی طرح یہ ہے اور اس لیے بھی کہ اگر اس نے وصیت کی کہ ایک غلام خریدا جائے اور اس کی طرف سے اسے آزاد کر دیا جائے تو یہ جائز نہ ہو گا کہ دو غلام کا نصف نصف اس کی طرف سے آزاد کیا جائے اس طرح ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔ اس بحث کے ساتھ ان کی دلیل باطل ہو جاتی ہے کھانا کھلانا وغیرہ میں بھی ہمارے نزدیک اس میں تجزی جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر 5۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا اس کے ساتھ جماع کرنے سے پہلے۔ مظاہر کے لیے کفارہ ادا کرنے سے قبل وطی کرنا جائز نہیں (1) اگر اس نے کفارہ ادا کرنے سے قبل جماع کیا تو وہ گناہگار ہو گا، نافرمانی کرے گا اور اس سے کفارہ ساقط نہیں ہو گا۔ مجاہد سے مروی ہے: اگر اس نے کفارہ ادا کرنے میں شروع ہونے سے پہلے ہی وطی کی تو اس پر دوسرا کفارہ لازم ہو جائے گا۔ دوسرے علماء سے یہ مروی ہے: وہ کفارہ جو ظہار کی وجہ سے واجب ہوتا ہے وہ اس سے ساقط ہو جائے گا اس پر اصلاً کوئی چیز لازم نہ ہو گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کفارہ واجب کیا ہے اور جماع کرنے سے قبل اسے ادا کرنے کا حکم دیا ہے جب اس نے اسے مؤخر کیا یہاں تک کہ اس کے ساتھ جماع کر لیا تو اس کا وقت فوت ہو جائے گا۔ صحیح یہ ہے کہ کفارہ ثابت ہو گا کیونکہ وطی سے

1۔ تفسیر بغوی

ساتھ وہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے تو یہ کفارہ کو ساقط کرنے والا نہیں ہوگا اور اس کی قضا دے گا جس طرح اگر وہ نماز کو اس کے وقت سے موخر کرے گا۔

حضرت اوس بن صامت کی حدیث میں ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ اس نے اپنی بیوی سے حقوق زوجیت ادا کیے ہیں تو آپ نے اسے کفارہ کا حکم دیا، یہ اس میں نص ہے خواہ کفارہ عتق کی صورت میں ہو یا روزے کی صورت میں ہو یا کھانا کھلانے کی صورت میں ہو۔

امام ابوحنیفہ نے کہا: کفارہ اطعام کی صورت میں ہو تو یہ جائز ہوگا کہ وہ وطی کرے پھر کھانا کھلائے۔ جہاں تک وطی کے علاوہ بوسہ، معاشرت اور لذت حاصل کرنے کا تعلق ہے تو اکثر علماء کے نزدیک حرام نہیں؛ یہ حضرت حسن بصری اور سفیان کا قول ہے؛ امام شافعی کا بھی صحیح مذہب یہ ہے (1)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ سب حرام ہیں اور سب کے معانی ہیں؛ یہ امام مالک، امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے۔ یہ بحث پہلے گزر چکی ہے۔

مسئلہ نمبر 6۔ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ اس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ یعنی تم جو کفارہ وغیرہ دیتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔

مسئلہ نمبر 7۔ جو نہ غلام پائے اور نہ ہی اس کی قیمت پائے یا مالک تو ہو مگر اس غلام کی اس کو شدید ضرورت ہو یا وہ غلام کی قیمت کا مالک تو ہو مگر اس کو اپنے نفقہ کے لیے اس رقم کی ضرورت ہو یا اس کا مسکن تو ہو اس کے علاوہ اس کے پاس کچھ نہ ہو اور وہ اس کے علاوہ کوئی چیز نہ پاتا ہو تو اس کے لیے روزے رکھنا جائز ہے؛ یہ امام شافعی کا نقطہ نظر ہے امام ابوحنیفہ نے کہا: وہ روزے نہ رکھے اس پر غلام ہی آزاد کرنا لازم ہے اگرچہ اسے اس کی ضرورت بھی ہو۔ امام مالک نے کہا: جب اس کا گھر ہو اور اس کے پاس خادم بھی ہو تو اس پر غلام آزاد کرنا لازم ہوگا۔

مسئلہ نمبر 8۔ اگر وہ غلام آزاد کرنے سے عاجز ہو تو اس پر دو ماہ کے پے در پے روزے رکھنا لازم ہوں گے اگر اس نے عذر کے بغیر ان میں افطار کیا تو وہ نئے سرے سے روزے رکھے اگر اس نے سفر یا مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ بنا کرے؛ یہ ابن مسیب، حضرت حسن بصری، عطا بن ابی رباح، عمرو بن دینار اور امام شافعی کا نقطہ نظر ہے۔ یہ امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے اور یہ ہی ان کا صحیح مذہب ہے۔ امام مالک نے کہا: جب وہ کفارہ ظہار کے روزوں میں بیمار ہو گیا تو جب صحیح ہو تو پہلے روزوں پر بنا کر لے۔ امام اعظم ابوحنیفہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ وہ نئے سرے سے روزے رکھے۔ امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول یہی ہے۔

مسئلہ نمبر 9۔ جب اس نے روزے شروع کر دیے پھر غلام پایا تو روزوں کو مکمل کرے؛ یہ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہے کیونکہ جب وہ ان میں داخل ہوا تو اسے روزوں کا ہی حکم دیا گیا تھا۔ امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کے نزدیک روزے اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائیں گے اور وہ غلام آزاد کرے گا۔ وہ اسے اس بچی پر قیاس کرتے ہیں جو

1۔ تفسیر بغوی

پہلے بالغ تھی جو مہینوں کے اعتبار سے عدت گزار رہی تھی تو وہ عدت کے ختم ہونے سے قبل خون دیکھتی ہے علماء کا اس پر اجماع ہے کہ وہ نئے سرے سے حیض کے اعتبار سے عدت گزارے گی۔ جب اس نے روزوں کی حالت میں سفر شروع کیا تو اس نے روزہ افطار کردیا تو وہ نئے سرے سے روزہ رکھے گا؛ یہ امام مالک، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کا نقطہ نظر ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: مُتَتَابِعَيْنِ۔ حضرت حسن بصری کا قول یہ ہے کہ وہ پہلے روزوں پر ہی بنا کرلے کیونکہ یہ عذر ہے اور وہ رمضان پر قیاس کرتے ہیں۔ اگر ان روزوں کے درمیان کوئی زمانہ حائل ہوجائے تو کفارہ میں اس کا روزہ حلال نہیں رہے گا جس طرح عیدین اور رمضان شریف کا مہینہ، اس سے انقطاع واقع ہوجائے گا۔

مسئلہ نمبر 10۔ ایک ظہار کرنے والے نے دونوں مہینوں کے درمیان دن میں وطی کی تو امام شافعی کے نزدیک اس کا تتابع باطل ہوجائے گا اگر رات کے وقت کی تو تتابع باطل نہیں ہوگا کیونکہ رات روزے کا محل نہیں۔ امام مالک اور امام ابوحنیفہ نے کہا: ہر حال میں تتابع باطل ہوجائے اور اس پر ابتداء سے کفارہ واجب ہوجائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا یہ شرط دونوں مہینوں اور ان کے بعض کی طرف لوٹ رہی ہے جب اس نے دونوں مہینوں کو ختم ہونے سے پہلے وطی کی تو یہ وہ روزے نہیں ہوں گے جن کا اسے حکم دیا گیا تھا تو نئے سرے سے روزے رکھنے لازم ہوں گے، جس طرح فرمایا: صل قبل أن تكلم زيدا تو اس نے زید سے نماز کی حالت میں کلام کیا یا کہا: صل قبل أن تبصر زيدا تو اس نے نماز کی حالت میں زید کو دیکھا تو اس پر نئے سرے سے نماز پڑھنا لازم ہوجائے گی کیونکہ یہ نماز وہ نماز نہیں جس کا اسے حکم دیا گیا تھا اسی طرح یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

مسئلہ نمبر 11۔ جس کا مرض لمبا ہوجائے جس سے تندرست ہونے کی امید نہ ہو تو وہ بڑھاپے کی وجہ سے عاجز کے حکم میں ہوگا اور روزوں سے اطعام کی طرف عدول جائز ہوگا۔ اگر مرض ایسا ہو جس سے صحت یاب ہونے کی امید ہو اور اسے اپنی بیوی سے وطی کی حاجت ہو تو اسے اختیار ہوگا کہ صحت مند ہونے کا انتظار کرے یہاں تک کہ روزوں پر قادر ہوجائے۔ اگر اس نے کھانا کھلا کر کفارہ دے دیا اور روزوں پر قادر ہونے کا انتظار نہ کیا تو یہ جائز ہوگا۔

مسئلہ نمبر 12۔ جس نے ظہار کیا جب کہ وہ تنگدست تھا پھر خوشحال ہوگیا تو اس کے لیے روزے رکھنا جائز نہ ہوں گے۔ جس نے ظہار کیا جب کہ وہ خوشحال تھا پھر وہ تنگدست ہوگیا جب کہ اس نے ابھی کفارہ ادا نہ کیا تھا تو وہ روزے رکھے جس دن اس نے کفارہ دیا اس کی اس دن کی حالت کو دیکھا جائے گا۔ اگر اس نے تنگدست اور محرومی کی حالت میں جماع کرلیا اور اس نے روزے نہ رکھے یہاں تک کہ خوشحال ہوگیا تو اس پر غلام آزاد کرنا لازم ہوجائے گا۔ اگر اس نے روزے رکھنے شروع کیے پھر وہ خوشحال ہوگیا اگر روزوں میں سے مناسب حصہ گزر چکا تھا جیسے جمعہ یا اس کی مثل (یعنی پورا ہفتہ گزر چکا ہو) تو اس سلسلہ کو جاری رکھے اگر ایک یا دو دن گزرے ہوں تو روزے کو ترک کردے اور آزادی کی طرف لوٹ آئے یہ اس پر واجب نہیں ہوگا کیا تو نہیں دیکھتا کہ اس پر نماز ترک کرنا واجب نہیں جس کو پانی میسر ہو جب کہ وہ تیمم کرنے کے بعد نماز میں داخل ہو چکا ہو اور نئے سرے سے وضو کرے؛ یہ امام مالک کا نقطہ نظر ہے۔

مسئلہ نمبر 13۔ اگر اس نے دو کفارہ ظہار کی جانب سے یا قتل اور رمضان کا روزہ توڑنے کی وجہ سے دو غلام آزاد کیے اور ان دونوں کو ہر ایک میں شریک کیا تو یہ اس کے لیے جائز نہیں ہوگا۔ یہ اس کے قائم مقام ہوگا کہ اس نے دو کفاروں کی جانب سے ایک غلام کو آزاد کیا ہو۔ اسی طرح اگر اس نے ان دونوں کی جانب سے چار ماہ کے روزے رکھے یہاں تک ان دونوں میں سے ہر ایک جانب سے دو ماہ کے روزے رکھے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ اس کے لیے جائز ہوگا اگر اس نے اپنی دو عورتوں سے ظہار کیا اس نے ایک کی جانب سے ایک غلام آزاد کردیا مگر کسی عورت کا تعین نہ کیا تو اس کے لیے ان دو میں سے کسی سے بھی وطی کرنا جائز نہیں ہوگا یہاں تک کہ دوسرا کفارہ ادا کرے اگر ان دونوں عورتوں میں سے ایک کا تعین کرے تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس کے ساتھ وطی کرے اور دوسری کی جانب سے بعد میں کفارہ ادا کرے۔ اگر اس نے چار عورتوں سے ظہار کیا تو اس نے ان کی طرف سے تین غلام آزاد کیے اور دو ماہ کے روزے رکھے تو اس کے لیے غلام آزاد کرنا اور روزے رکھنا جائز نہ ہوگا کیونکہ اس نے ہر ایک عورت کی جانب سے پندرہ روزے رکھے ہیں اگر اس نے اس کا کفارہ کھانا کھلانے کی صورت میں دیا تو اس پر دو سو مسکینوں کو کھانا کھلانا جائز ہوگا اگر اکٹھے کھانا کھلانے پر قادر نہ ہو تو الگ الگ کھانا کھلائے مگر غلام آزاد کرے اور روزہ رکھنے میں تفریق نہیں کرسکتا کیونکہ دو ماہ کے روزوں میں تفریق نہیں کرسکتا اور کھانا کھلانے میں تفریق کرسکتا ہے۔

فصل

اس میں چھ مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں کفارہ کا ذکر ترتیب دار کیا ہے روزے رکھنے کی صورت نہ ہوگی یہاں تک غلام آزاد کرنے سے عاجز نہ ہو اسی طرح کھانا اس وقت تک نہیں کھلا سکتا جب تک روزے رکھنے پر قادر ہو جو آدمی روزے نہیں رکھ سکتا اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا واجب ہوگا ہر مسکین کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد کے حساب سے دو مد لازم ہوں گے اگر اس نے ہشام کی مد سے کھانا دیا تو 1/2/3 یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد کے حساب 1/1/2 مد دیا تو بھی جائز ہو جائے گا۔

ابو عمر بن عبد البر نے کہا: افضل، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد کے حساب سے دو مد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کفارہ ظہار میں یہ ارشاد نہیں فرمایا: مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ (المائدہ: 89) اس لیے سیر ہو کر کھلانے کا ارادہ واجب ہے۔ ابن عربی نے کہا: امام مالک نے ابن قاسم اور ابن عبد الحکم کی روایت میں کہا ایک مد ہشام کے مد کے حساب سے اور اسی سے یہاں سیر ہوا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں طعام کو مطلق ذکر کیا ہے اور وسط کا ذکر نہیں کیا۔ اشہب کی روایت میں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد کے حساب سے دو مد۔ انہیں کہا گیا: کیا تو ہشام کے مد کے حساب سے نہیں کہا کرتا تھا؟ کہا: کیوں نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد کے حساب سے دو مد مجھے زیادہ محبوب ہیں؛ ابن قاسم نے بھی اس سے اسی طرح نقل کیا۔

میں کہتا ہوں: یہ ابن وہب اور مطرف کی امام مالک سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مد کے حساب سے دو مد دے؛ یہ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے۔ امام شافعی وغیرہ علماء کا مذہب یہ ہے کہ ہر مسکین کو ایک مد دے اس پر اس سے زائد لازم نہیں ہوگا کیونکہ وہ کھانا کھلانے کی صورت میں کفارہ ادا کر رہا ہے اس پر ایک مد سے زیادہ دینا لازم نہیں

گا۔اس کی بنیاد روزہ توڑنے اور قسم کا کفارہ ہے،اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا اور اطعام جب
مطلق ذکر کیا جائے تو اس سے مراد سیر ہونا ہے۔یہ عادت کے مطابق ایک مد سے نہیں ہوتا بلکہ زیادہ سے ہوتا ہے۔

اشہب نے اسی طرح کہا ہے کہ میں نے امام مالک سے کہا: کیا ہمارے اور تمہارے درمیان سیر ہونا مختلف ہے؟ فرمایا:
ہاں ہمارے نزدیک سیر ہونا نبی کریم ﷺ کے مد کے حساب سے ایک مد سے ہوتا ہے اور تمہارے نزدیک اس سے زیادہ سے
ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حق میں برکت کی دعا کی ہے تمہارے بارے میں برکت کی دعا نہیں کی تم ہماری بنسبت
زیادہ کھاتے ہو(1)۔ابوالحسن قابسی نے کہا: اہل مدینہ نے کفارہ ظہار میں ہشام کے مد کا حساب لگایا مقصد ظہار کرنے والوں پر
سختی کرنا تھا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ وہ منکر اور جھوٹ بولتے ہیں۔ابن عربی نے کہا(2): یہاں گفتگو
ہشام کے مد کے بارے میں ہے جس طرح تم دیکھتے ہو میں پسند کرتا ہوں کہ زمانہ اس کا ذکر مٹا دے اور کتابوں سے اس کا نشان
مٹا دے کیونکہ مدینہ طیبہ جہاں وحی نازل ہوئی، رسول اللہ ﷺ وہاں مقیم رہے وہاں ہی ظہار واقع ہوا۔اس کے بارے میں
انہیں حکم دیا فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا انہوں نے اس حکم کو سمجھا اور اس کی مراد کو سمجھا اور یہی سیر ہونا ہے ان کے نزدیک اس کی
مقدار معروف تھی۔اس سیر ہونے کا ذکر روایات میں کثرت سے ہوا اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں اس پر عمل ہوتا رہا یہاں تک
کہ شیطان نے ہشام کے کان میں یہ پھونکا اور اس نے یہ رائے قائم کی کہ نبی کریم ﷺ کا مد بندے کو سیر نہیں کرتا شیطان نے
اسے وسوسہ ڈالا کہ وہ ایک ایسا مد بنائے جس میں انسان سیر ہو جائے تو اس نے مد کو دو رطل کا بنا دیا اور لوگوں کو اس پر مجبور کیا جب
وہ بیماری سے صحت یاب ہوا تو اس نے مد تین رطل کا بنا دیا؛اس نے سنت کو تبدیل کر دیا اور برکت کے محل کو ختم کر دیا۔

نبی کریم ﷺ نے جب اپنے رب سے اہل مدینہ کے لیے دعا کی کہ ان کے مد اور صاع میں برکت رکھے جس طرح
حضرت ابراہیم کی دعا سے اہل مکہ کے مد میں برکت رکھی نبی کریم ﷺ کی دعا سے ان کے مد میں برکت جاری رہی شیطان
نے اس سنت کو تبدیل کرنے اور اس برکت کو ختم کرنے کے لیے کوشش کی ہشام کے علاوہ اس کی کسی نے بات نہیں کی۔علماء پر
لازم ہے کہ وہ اس کے ذکر کو لغو قرار دیں اور اس کے نشان کو مٹا دیں جب وہ اس کے امر کو لغو قرار نہیں دیتے مگر جب وہ احکام
میں اس کا ذکر کریں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو ذکر کیا ہے اس کی اسے تفسیر بنائیں جب کہ یہ امر صحابہ پر پہلے ہی
منتشر تھا جن پر یہ حکم نازل ہوا تو یہ بہت بڑی غلطی ہوگی؛اس وجہ سے اشہب کی روایت جس میں نبی کریم ﷺ کے مد کا ذکر
ہے میرے نزدیک اس روایت سے زیادہ پسندیدہ ہے جس میں ہشام کے مد کا ذکر ہے۔کیا تو نے نہیں دیکھا کہ امام مالک نے
کیسے اس امر پر متنبہ کیا جس قول کا ذکر اشہب نے کیا ہمارے نزدیک سیر ہونا نبی کریم ﷺ کے مد سے ہے اور تمہارے
نزدیک سیر ہونا زیادہ سے ہوتا ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ہمارے حق میں برکت کی دعا کی ہے اسی وجہ سے میں یہ قول کرتا
ہوں، کیونکہ وہ عبادت جو سنت طریقہ کے مطابق کی جائے اگر وہ بدنی ہو تو جلدی قبول ہو جاتی ہے اگر مالی ہو تو تھوڑی بھی
میزان میں بھاری ہوتی ہے پکڑنے والے کے ہاتھ میں زیادہ برکت والی ہوتی ہے، منہ میں زیادہ پاکیزہ اور پیٹ میں کم

1۔ احکام القرآن لابن العربی

2۔ ایضاً

آفت کا باعث اور زیادہ قوت کا باعث ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

مسئلہ نمبر 2۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ جائز نہیں کہ ساٹھ سے کم مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا: اگر ہر روز ایک ہی مسکین کو نصف صاع دے یہاں تک کہ ساٹھ کا عدد پورا ہو جائے تو یہ اس کے لیے کافی ہو جائے گا۔

مسئلہ نمبر 3۔ قاضی ابوبکر بن عربی نے کہا: عجیب و غریب بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ (☆) نے کہا: آزاد آدمی پر حجر کرنا باطل ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ سے استدلال کیا ہے مگر رشید اور سفیہ میں فرق نہیں کیا۔ یہ کمزور فقہ ہے جو ان کی شان کے مناسب نہیں۔ یہ آیت عام ہے اور اصحاب رسول میں حجر کا فیصلہ عام تھا اور مصالح کو پیش نظر رکھنا اس کا تقاضا کرتا ہے جس پر چھوٹی عمر یا ولایت کی وجہ سے حجر ہو اور وہ سفیہ کی حیثیت میں بالغ ہو مال اسے دینے سے منع کیا ہے تو اس کا عمل اس میں کیسے نافذ ہوگا؟ جب کہ خاص، عام پر غالب آ جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر 4۔ بعض علماء کے نزدیک ظہار کا حکم اس ظہار کے لیے ناسخ ہے جو ان لوگوں میں طلاق کے طور پر موجود تھا؛ اس کا ہم معنی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابوقلابہ اور دوسرے علماء سے مروی ہے۔

مسئلہ نمبر 5۔ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کفارہ میں جس تغلیظ کا ذکر کیا ہے اس لیے ہے کہ تم اس بات کی تصدیق کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔ بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ یہ کفارہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے جب اس کا ذکر کیا تو اسے واجب کر دیا۔ فرمایا: یہ اس لیے ہے تا کہ تم اللہ تعالیٰ کے مطیع ہو جاؤ، اس کی قائم کردہ حدود پر رک جاؤ ان سے تجاوز نہ کرو اسے تکفیر کا نام دیا کیونکہ یہ طاعت ہے اور ایمان کی حیثیت سے حد کی رعایت کرنا ہے اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر وہ چیز جو اس کے مشابہ ہو وہ ایمان ہے اگر یہ سوال کیا جائے: اس کا معنی یہ ہے کہ تم ظہار کی طرف نہ لوٹو جو منکر قول اور جھوٹ ہے۔ اسے کہا جائے گا: یہ جائز ہے کہ یہ مقصود ہو اور پہلا قول بھی مقصود ہو اور معنی یہ ہو کہ یہ اس لیے ہے کہ تم قول منکر اور جھوٹ کی طرف نہ لوٹو بلکہ تم اللہ تعالیٰ کی طاعت کرتے ہوئے ان دونوں کو چھوڑ دو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو حرام قرار دیا ہے اور جن عورتوں سے ظہار کیا ہے ان سے اجتناب کرو یہاں تک کہ تم کفارہ دے لو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسی عورتوں سے حقوق زوجیت ادا کرنے سے منع کیا ہے۔ اور کفارہ ادا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کفارہ کا حکم دیا ہے اور اس کی ادائیگی کو لازم کیا ہے اس کے ساتھ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے ہو جاؤ گے کیونکہ یہ ایسی حدود ہیں جس کی تم حفاظت کر رہے ہو اور ایسی اطاعتیں ہیں جن کو تم ادا کرتے ہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی توفیق دینے والی ہے۔

☆ امام اعظم کے نزدیک حجر (بیع و شراء کی اجازت نہ ہونا بلکہ اس کا کیا ہوا عقد ولی کی اجازت پر موقوف ہوتا) کے تین اسباب ہیں بچپنہ، غلام اور پاگل پن۔ جب بچہ بالغ ہو جائے اور اس میں رشد کے آثار ظاہر نہ ہوں تو اس کا سارا مال حوالے کرنے سے منع کیا گیا تا ہم اسے معاملات کی اجازت دی گئی تا کہ تجربہ اس کی عقل میں اضافہ کا باعث ہو جب وہ پچیس سال کا ہو جائے تو مال اس کے حوالے کرنے کا حکم ہے اس کے بعد کوئی اور فرد اس کے مال کو قبضہ میں نہیں رکھ سکتا۔ یہ عین حکمت کی بات ہے اس میں تعجب کے اظہار پر تعجب ہی کیا جا سکتا ہے۔ مترجم

مسئلہ نمبر 6۔ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ اپنی نافرمانی اور اپنی طاعت کو بیان کیا اس کی معصیت ظہار ہے اور اس کی طاعت کفارہ ہے وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝ جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی تصدیق نہ کرے اس کے لیے عذاب جہنم ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ قَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۝ۚ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۝ؒ

''بے شک جو لوگ مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی انہیں ذلیل کیا جائے گا جس طرح ذلیل کیے گئے وہ (مخالفین) جو ان سے پہلے تھے اور بے شک ہم نے اتاری ہیں روشن آیتیں، اور کفار کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔ (یاد کرو) جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو زندہ کرے گا پھر انہیں آگاہ کرے گا جو کچھ انہوں نے کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو گن رکھا ہے اور وہ بھلا چکے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے''۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ جب مومنین کا ذکر کیا جو اس کی حدود پر رک جاتے ہیں تو اس کی مخالفت کرنے والوں کا بھی ذکر کیا۔ محادہ کا معنی دشمنی کرنا اور حدود کی مخالفت کرنا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے: ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ (الحشر: 4) ایک قول یہ کیا گیا ہے: يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ کا معنی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی مخالفت کرتے ہیں جس طرح حدیث میں ہے من أهان لی ولیا فقد بارزنی بالمحاربة جس نے میرے دوست کی اہانت کی اس نے میرے ساتھ اعلان جنگ کیا۔ زجاج نے کہا: محادہ یہ ہے کہ تو ایسی حد میں ہو جو تیرے ساتھی کی حد کی مخالف ہو۔ اس کا اصل معنی ممانعت ہے اسی سے لفظ حدید ہے اسی سے لفظ حداد ہے؛ یعنی لوہار۔

كُبِتُوْا ابوعبیدہ اور اخفش نے کہا: انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ قتادہ نے کہا: انہیں ذلیل و رسوا کیا گیا جس طرح ان سے قبل لوگوں کو ذلیل و رسوا کیا گیا۔ ابن زید نے کہا: انہیں عذاب دیا تھا۔ سدی نے کہا: ان پر لعنت کی گئی۔ فراء نے کہا: خندق کے روز انہیں غیظ و غضب میں مبتلا کیا گیا۔ ایک قول یہ کیا گیا: بدر کے روز انہیں غیظ و غضب میں مبتلا کیا گیا مراد مشرک ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا: مراد منافق ہیں۔ كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ كُبِتُوْا سے مراد ہے انہیں ذلیل و رسوا کیا جائے گا یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے مومنوں کو مدد کی بشارت ہے کلام کو ماضی کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے تاکہ یہ بتایا جائے کہ جس کے بارے میں خبر دی جا رہی ہے وہ قریب ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ مذحج کی لغت میں ہے۔

وَ قَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ جنہوں نے اللہ، اس کے رسول کی مخالفت کی جو ان لوگوں میں سے تھے جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کے ساتھ جو ہم نے کیا اس بارے میں ہم نے آیات کو نازل کیا۔ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۝

يَوْمَ، پر نصب عذاب مہین کی وجہ سے ہے یا ایسے فعل کے ساتھ ہے جو مضمر ہے اس کی تقدیر ہے ذکر تعظیما للیوم (1)۔

1۔ کشاف

یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا مردوں اور عورتوں کو ان کی قبروں سے ایک ہی حالت میں اٹھائے گا۔

فَیُنَبِّئُهُمْ یعنی انہیں خبر دے گا۔ بِمَا عَمِلُوْا دنیا میں جو عمل کرتے رہے اَحْصٰىهُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کے صحیفوں کو شمار کر رکھا ہے وَ نَسُوْهُ وہ اسے بھول چکے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے اعمال کے صحیفوں میں یاد کرایا تا کہ حجت ان پر زیادہ بلیغ ہو جائے۔

وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۝ اللہ تعالیٰ مطلع ہے اور دیکھ رہا ہے اس پر کوئی چیز مخفی نہیں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَ لَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَ لَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے، نہیں ہوتی کوئی سرگوشی تین آدمیوں میں مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ میں مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ میں مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں کہیں وہ ہوں پھر وہ انہیں آگاہ کرے گا جو (کرتوت) وہ کرتے رہے قیامت کے دن، بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے''۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ اس پر کوئی راز مخفی ہے اور نہ ہی اعلانیہ بات۔ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى عام قرأت یاء کے ساتھ ہے کیونکہ فعل اور فاعل کے درمیان فاصلہ ہے۔ ابو جعفر بن قعقاع، اعرج، ابو حیوہ اور عیسیٰ نے ما تکون پڑھا ہے کیونکہ فعل مونث ہے۔ نجوی کا معنی راز داری ہے۔ یہ مصدر ہے اور مصدر کے ساتھ کبھی صفت لگائی جاتی ہے یہ کہا جاتا ہے: قوم نجوی یعنی قوم ذو نجوی اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰۤى (الاسراء: 47)

ثَلٰثَةٍ یہ مجرور ہے کیونکہ نجوی کا لفظ اس کی طرف مضاف ہے۔ فراء نے کہا: یہ نجوی کی صفت ہے اس وجہ سے مجرور ہے اگر تو چاہے تو نجوی کو اس کی طرف مضاف کر دے اگر تو فعل کو مضمر مانتے ہوئے نصب دے تو یہ جائز ہے؛ یہ ابن ابی عبلہ کی قرأت ہے۔ ثَلٰثَةٍ اور خَمْسَةٍ حال ہونے کی حیثیت سے منسوب ہوں گے جب کہ یتناجون مضمر ہو کیونکہ نجوی اس پر دلالت کرتا ہے؛ یہ زمخشری کا قول ہے۔ ثلاثہ پر رفع پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ نجوی کے محل سے بدل ہے۔ پھر یہ کہا گیا: یہ راز داری نجوی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: نجوی تین افراد میں ہوتی ہے وہ کسی امر کو چھپاتے ہیں اور اس کے بارے میں مشورہ کرتے ہیں اور اسرار اسے کہتے ہیں جو بات دو افراد کے درمیان ہوتی ہے۔

اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وہ جانتا ہے اور ان کی سرگوشی کو سنتا ہے اسی چیز پر آیت کا آغاز اور اختتام دلالت کرتا ہے کہ وہ جانتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ نجوی نجوۃ سے مشتق ہے اس سے مراد ابھری ہوئی زمین ہے دو سرگوشیاں کرنے والے سرگوشیاں کرتے ہیں اور راز داری میں تنہائی کا ماحول پیدا کرتے ہیں جس طرح زمین میں سے بلند جگہ متصل جگہوں سے الگ تھلگ ہوتی ہے آیت کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کی قوت سماعت ہر کلام کو محیط ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے مجادلہ کو سن لیا ہے جس

سے اس کے خاوند نے ظہار کیا تھا۔

وَلَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْثَرَ سلام، یعقوب، ابوالعالیہ، نصر اور عیسیٰ نے اسے مرفوع پڑھا ہے کیونکہ اس کا عطف مِنْ نَّجْوٰى کے محل پر ہے جب کہ ابھی اس پر مِنْ داخل نہ ہوا کیونکہ اس کی تقدیر مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ (اکثر) یہ اس بنا پر مرفوع ہو کہ اس کا عطف لَاۤ پر اَدْنٰى کے ساتھ ہو جس طرح تیرا یہ قول ہے: لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے حول پر فتحہ اور قوۃ پر رفع پڑھا جائے۔ یہ بھی جائز ہے کہ دونوں مبتدا کی حیثیت میں مرفوع ہوں جس طرح تیرا قول: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس کی وضاحت سورۂ بقرہ میں مفصل گزر چکی ہے۔ زہری اور عکرمہ نے اکبر، باء کے ساتھ پڑھا ہے جب کہ عام قرأت ثاء اور راء کے فتحہ کے ساتھ ہے اور اس کا محل جر ہے۔ فراء نے مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ کے بارے میں کہا: یہاں عدد مقصود نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ وہ ہر عدد کی صورت میں سب سے زیادہ آگاہ ہے خواہ عدد کم ہو یا زیادہ ہو۔ وہ راز داری یا بلند آواز سے جو کچھ کہتے ہیں سب کچھ جانتا ہے اس پر کوئی راز یا عدد یا چیز مخفی نہیں اسی وجہ سے بعض اعداد کا ذکر کیا بعض کا ذکر نہیں کیا۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ اپنے علم کے ساتھ ان کے ساتھ ہے خواہ وہ جہاں بھی ہوں اس کا علم نہ زائد ہوگا نہ منتقل ہوگا۔ یہ آیت منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ وہ کچھ امور راز داری سے کیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آگاہ کیا کہ اس پر کوئی چیز مخفی نہیں؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ قتادہ اور مجاہد نے کہا: یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا پھر اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اچھے برے عمل کے بارے میں آگاہ کر دے گا۔ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۫ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

”کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جنہیں (اسلام کے خلاف) سرگوشیوں سے روکا گیا پھر دوبارہ وہی کرتے ہیں جس سے انہیں روکا گیا اور سرگوشیاں کرتے ہیں گناہ، ظلم اور رسول کی نافرمانی کے بارے میں۔ اور جب آپ کی خدمت میں آتے ہیں تو آپ کو اس طرح سلام دیتے ہیں جیسے اللہ نے آپ کو سلام نہیں دیا اور وہ کہا کرتے تھے آپس میں کہ (اگر یہ سچے رسول ہیں) تو اللہ تعالیٰ ہماری ان باتوں پر ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا۔ کافی ہے انہیں جہنم اور اس میں داخل ہوں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے“۔

اس میں تین مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہ یہودیوں اور منافقوں کے بارے میں ہے جیسا پہلے ہم نے بیان کیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ مومنوں کے بارے میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ آیت یہودیوں اور منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی وہ مومنوں کو دیکھتے اور آنکھوں سے اشارہ کرتے۔ مومن کہتے: شاید انہیں ہمارے مہاجر اور انصاری بھائیوں اور رشتہ داروں کے بارے میں شہادت، مصیبت اور ہزیمت کے بارے میں خبر پہنچی ہے۔ یہ امر انہیں پریشان کرتا ان کی شکایات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں زیادہ ہو گئیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نجوی سے منع کیا تو وہ نہ رکے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

مقاتل نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور یہودیوں کے درمیان لاتعلقی سی تھی جب کوئی مومن ان کے پاس سے گزرتا تو وہ آپس میں مشورہ کرتے یہاں تک کہ مومن کسی برائی کا گمان کرتا تو وہ مومن اپنا راستہ چھوڑ دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کیا تو وہ نہ رکے۔ حضرت عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا: کوئی آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اپنی ضرورت پیش کرتا اور سرگوشی کا انداز اپناتا ان دنوں جنگ کا دور دورہ تھا صحابہ کرام یہ گمان کرتے کہ یہ آدمی آپ سے جنگ، مصیبت یا کسی اہم امر کے بارے میں سرگوشی کر رہا ہے تو اس وجہ سے صحابہ کرام گھبرا جاتے تو یہ آیت نازل ہوئی (1)۔

مسئلہ نمبر 2۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت نقل کی ہے: ایک روز ہم گفتگو کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے پوچھا: ''یہ سرگوشیاں کیا ہیں؟ کیا تم سرگوشی سے باز نہیں آؤ گے؟'' ہم نے عرض کی: ہم نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا یا رسول اللہ! ہم دجال کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے جب کہ ہم ڈر رہے تھے۔ فرمایا: ''کیا میں تمہیں اس امر کے بارے میں خبر نہ دوں جو میرے نزدیک اس سے بھی زیادہ خوفناک ہے''۔ ہم نے عرض کی: کیوں نہیں یا رسول اللہ! فرمایا: ''شرک خفی، وہ یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی آدمی کے ہاں مقام و مرتبہ حاصل کرنے کے لیے کوئی کام کرنے لگے''۔ ماوردی نے اس کا ذکر کیا ہے۔ حمزہ، خلف اور رویس نے یعقوب سے وینتجون، یفتعلون کے وزن پر پڑھا ہے: یہ حضرت عبداللہ اور ان کے اصحاب کی قرأت ہے باقی قراء نے ویتناجون، یتفاعلون کے وزن پر پڑھا ہے؛ ابو عبید اور ابو حاتم نے اسے پسند کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِذَا تَنَاجَيْتُمْ اور تَتَنَاجَوْا۔ نحاس نے کہا: سیبویہ نے حکایت بیان کی ہے کہ باب تفاعل اور افتعال ایک ہی معنی میں آتے ہیں جس طرح تخاصموا اور اختصموا، تقاتلوا اور اقتتلوا اسی وجہ سے یتناجون اور ینتجون ہم معنی ہیں بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ مراد جھوٹ اور ظلم ہے۔ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ رسول اللہ کی مخالفت۔ ضحاک، مجاہد اور حمید نے و معصیات الرسول جمع کے صیغہ کے طور پر پڑھا ہے۔

مسئلہ نمبر 3۔ وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ علماء میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس کا مصداق یہودی ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور کہتے: السام علیك وہ ظاہر میں سلام اور باطن میں موت مراد لیتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کہتے ''علیکم'' یہ ایک روایت میں ہے اور دوسری روایت میں ہے وعلیکم۔ ابن عربی نے کہا: یہ مشکل

1۔ تفسیر طبری

نہ دیتا اور اس امر سے ناواقف تھے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حلیم ہے جو اس کو گالی دیتا ہے اس کے بارے میں جلدی نہیں کرتا، تو جو اس کے نبی کو گالی دے گا اس کے بارے میں کیوں جلدی کرے گا؟ یہ بات تو ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی ذات سے بڑھ کر اذیت پر صبر کرنے والا کوئی نہیں۔ لوگ اس کے لیے بیوی اور بچے کا دعوی کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ انہیں عافیت عطا فرماتا ہے اور انہیں رزق عطا فرماتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو ان کے رازوں کو ظاہر کرنے، ان کے باطن کو ذلیل و رسوا کرنے کے لیے نازل فرمایا تا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معجزہ ہو جائے۔ قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے کہا: السام علیکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جواب دیا اور پوچھا: ''کیا تم جانتے ہو اس نے کیا کہا؟'' صحابہ نے عرض کی: اللہ و رسولہ اعلم۔ فرمایا: ''اس نے یہ کہا، اسے میرے پاس واپس لاؤ''۔ صحابہ اسے واپس لائے فرمایا: ''تو نے کہا السام علیکم'' اس نے کہا: ہاں۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اہل کتاب تمہیں سلام کہیں تو کہو تجھ پر وہی جو تو نے کہا'' تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

میں نے کہا: امام ترمذی نے اس کی تخریج کی ہے، کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے یہ بات ثابت ہے انہوں نے کہا: کچھ یہودی لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے کہا: السام علیک یا ابا القاسم! تو میں نے کہا: السام علیکم و فعل اللہ بکم و فعل۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ! رک جاؤ اللہ تعالیٰ فحش گوئی کو پسند نہیں فرماتا''۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا آپ دیکھتے نہیں وہ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: کیا تو نہیں دیکھتی کہ میں انہیں وہی جواب دیتا ہوں جو وہ کہتے ہیں، میں کہتا ہوں وعلیکم'' تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور وہ کہتے ہیں: السام علیک اور سام سے مراد موت ہے: اسے امام بخاری نے نقل کیا ہے اور امام مسلم نے اس کے ہم معنی روایت نقل کی ہے۔ صحیحین میں حضرت انس بن مالک سے روایت مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب اہل کتاب تمہیں سلام کریں تو تم کہو وعلیکم'' روایت اسی طرح ہے یعنی وعلیکم۔ علماء نے اس بارے میں گفتگو کی ہے کیونکہ واؤ عاطفہ شرکت کا تقاضا کرتی ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ انہوں نے ہمارے بارے میں جس موت کی دعا کی ہے وہ ان پر بھی واقع ہو یا یہ سامة سے مشتق ہے جس کا معنی اکتا جانا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے: سئم یسئم سآمة و سآما بعض نے کہا: واؤ زائدہ ہے جس طرح شاعر کے شعر میں

لَمَّا أَجَزْنَا سَاحَةَ الْحَيِّ وَانْتَحَى

اصل کلام یہ ہے لما اجزنا انتحی یہاں واؤ زائدہ ہے۔ بعض نے کہا: واؤ مستانفہ ہے گویا کہا: والسام علیکم۔ بعض نے کہا: یہ واؤ عاطفہ ہے اور ہمیں کوئی تکلیف نہیں دیتی کیونکہ جب ہم ان کے حق میں بددعا کرتے ہیں تو ہماری بددعا قبول کی

1۔ احکام القرآن لابن العربی

جاتی ہے اور ہمارے بارے میں ان کی بددعا قبول نہیں کی جاتی، جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا زبیر نے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کچھ یہودیوں نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں سلام کیا تو کہا: السام علیك یا ابا القاسم! تو فرمایا: وعلیکم حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا: میں غصے ہوگئی عرض کی: ألم تسمع ما قالوا؟ کیا وہ جو کہتے ہیں آپ سنتے نہیں؟ فرمایا: "کیوں نہیں میں نے اسے سنا ہے میں نے انہیں جواب دے دیا ہے۔ ان کے بارے میں ہماری بددعا قبول کی جاتی ہے اور ان کی بددعا ہمارے بارے میں قبول نہیں کی جاتی"۔ امام مسلم نے اسے نقل کیا ہے واؤ کی روایت معنی کے اعتبار سے اچھی ہے اس کا ثابت رکھنا زیادہ صحیح ہے اور زیادہ مشہور ہے۔

اہل ذمہ کو سلام کا جواب دینے میں اختلاف ہے کہ کیا یہ واجب ہے جس طرح مسلمانوں کو جواب دینا واجب ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، شعبی اور قتادہ نے کہا: یہ واجب ہے۔ امام مالک اس طرف گئے ہیں کہ جواب دینا واجب نہیں؛ یہ اشہب نے ان سے روایت نقل کی ہے۔ اگر تو اسے جواب دے تو تو کہہ علیك۔ ابن طاؤس نے جواب میں یہ کہنا پسند کیا ہے: علاك السلام۔ یعنی سلامتی تجھ سے اٹھ چکی ہے۔ ہمارے بعض اصحاب نے کہا: السلام سین کے کسرہ کے ساتھ ہے مراد پتھر ہے۔ امام مالک نے جو کہا ہے سنت کی اتباع میں یہ اولیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

مسروق نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں یہودی آئے انہوں نے کہا: السام علیك یا ابا القاسم! فرمایا: وعلیکم۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا: میں نے کہا: بل علیکم السام والذام۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے عائشہ! فحش گفتگو کرنے والی نہ بن"۔ حضرت عائشہ نے کہا: انہوں نے جو کہا اس کو آپ نے نہیں سنا۔ فرمایا: "انہوں نے جو کچھ کہا کیا میں نے اسے لوٹا نہیں دیا؟ میں نے کہا وعلیکم" ایک روایت میں ہے۔ حضرت عائشہ انہیں بھانپ گئیں تو انہیں گالیاں دیں تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اے عائشہ! رک جاؤ اللہ تعالیٰ فحش اور تفحش کو پسند نہیں کرتا" اور کچھ زائد ارشاد فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا: الذام میم کی تخفیف کے ساتھ ہے جس کا معنی عیب ہے ضرب المثل میں ہے لا تعدم الحسناء ذاما۔ حسینہ عیب سے خالی ہوتی۔ کبھی اس میں ہمزہ لایا جاتا ہے اور کبھی نہیں لایا جاتا یہ کہا جاتا ہے: ذامہ یذامہ جس طرح ذأب یذأب اس کا اسم مفعول مذءوم ہے یہ مہموز ہے اس سے مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا (الاعراف: 18) ہے یہ کہا جاتا ہے: ذامہ یذومہ جس طرح رامہ، یرومہ۔

وَ يَقُوْلُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ انہوں نے کہا: اگر حضرت محمد (ﷺ) نبی ہوتے تو ہم جو کچھ کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ضرور عذاب دیتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ کہتے وہ ہمیں جواب دیتا ہے اور کہتا ہے وعلیکم السام اور سام کا معنی موت ہے اگر وہ نبی ہوتا تو ہمارے بارے میں اس کی دعا قبول کی جاتی اور ہم مر جاتے۔ یہ ان کی جانب سے تعجب کا موقع ہے کیونکہ وہ اہل کتاب تھے وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ انبیاء بھی غضب ناک ہوتے ہیں تو جن پر وہ غضب ناک ہوتے ہیں ان کو جلدی عذاب نہیں دیا جاتا۔

حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ دار آخرت میں سزا کے طور پر جہنم ان کے لیے کافی ہے فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ یہ کتنا برا ٹھکانہ ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

"اے ایمان والو! جب تم خفیہ مشورہ کرو تو مت خفیہ مشورہ کرو گناہ، زیادتی اور رسول (کریم) کی نافرمانی کے متعلق بلکہ نیکی اور تقویٰ کے بارے میں مشورہ کیا کرو اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کی (بارگاہ) میں تمہیں جمع کیا جائے گا"۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ مومنوں کو اس سے منع کیا کہ وہ منافقوں اور یہودیوں کی طرح باہم سرگوشیاں نہ کریں تو فرمایا: اے مومنو! جب تم رازداری سے بات کرو فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا یہ عام قرأت ہے یحییٰ بن وثاب، عاصم اور رویس نے یعقوب سے فلا تنتجوا، انتجاء سے پڑھا ہے۔ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ بر سے مراد طاعت ہے۔ وَ التَّقْوٰى اللہ تعالیٰ نے جس سے بچنے کا حکم دیا ہے اس سے بچنے کی بات کریں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: خطاب منافقوں کو ہے مراد ہوگا اے وہ لوگو! جو اپنے گمان کے مطابق مومن ہیں (1)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والو! وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ یعنی آخرت میں تمہیں جس کی بارگاہ میں جمع کیا جائے گا اس اللہ سے ڈرو۔

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

"(کفار کی) سرگوشیاں تو شیطان کی طرف سے ہیں تاکہ وہ غمزدہ کردے ایمان والوں کو حالانکہ وہ انہیں کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اور اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے اہل ایمان کو"۔

اس میں دو مسئلے ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ یہ نجویٰ شیطان کی طرف سے مزین کرنے کی وجہ سے ہے لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کیونکہ مومن خیال کرتے تھے سرایا (چھوٹے لشکر) میں مسلمانوں کو کوئی مصیبت واقع ہوگئی ہے یا وہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے اجتماع کیا کرتے تھے بعض اوقات وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مناجات کیا کرتے تھے تو مسلمان گمان کرتے تھے کہ یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کے نقائص بیان کیا کرتے ہیں۔ وَ لَيْسَ بِضَآرِّهِمْ یہ سرگوشیاں مومنوں کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی اللہ تعالیٰ کی مشیت سے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: اس کے امر سے۔ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ یعنی انہیں اپنے امور اللہ کے سپرد کرنے اور تمام لوگ اس کی مدد کے سپرد کرنے چاہئیں اور شیطان اور اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے کیونکہ اسی ذات نے بندے کے امتحان اور آزمائش کی خاطر شیطان کو وساوس کے ساتھ ان پر مسلط کیا ہے اگر چاہے تو

1۔ زاد المسیر

شیطان کو اس سے دور کر دے۔

مسئلہ نمبر 2۔ صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تین افراد ہوں تو ایک کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشیاں نہ کریں''۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم تین ہو تو ایک کو چھوڑ کر دو آدمی آپس میں سرگوشیاں نہ کریں یہاں تک کہ تم لوگوں میں گھل مل جاؤ تا کہ وہ اکیلا غمگین نہ ہو''۔ اس حدیث میں اس منع کرنے کی علت بیان کر دی ہے وہ یہ ہے کہ تیسرا آدمی اس کو پائے جس کے ساتھ وہ گفتگو کرے جس طرح حضرت ابن عمر نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ایک آدمی کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے تو ایک اور آدمی آ گیا جو آپ سے سرگوشی کرنا چاہتا تھا تو آپ نے اس سے راز داری سے بات نہ کی یہاں تک کہ چوتھے آدمی کو بلایا تو آپ نے اسے اور پہلے آدمی کو کہا: تم دونوں پیچھے ہو جاؤ اور جو سرگوشیاں کرنا چاہتا تھا اس کے ساتھ سرگوشی کی۔ اسے امام موطا نے نقل کیا ہے۔ اس میں علت پر تنبیہ بھی ہے۔ من اجل ان یحزنہ۔ یعنی اس کے دل میں ایسی بات واقع ہو جو اسے غمگین کرے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے دل میں سوچے کہ یہ بات اس کے متعلق ہے جو اسے ناپسند ہے یا انہوں نے اسے اس کے اہل نہیں سمجھا کہ وہ اسے اپنی بات میں شریک کریں اس کے علاوہ شیطان کے وساوس اور نفس کے توہمات ہو سکتے ہیں یہ سب صورتیں تب ہو سکتی ہیں کہ وہ اکیلا رہ گیا ہو جب اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہو تو وہ اس سے امن میں ہو گا اس علت کی بنا پر تمام عدد اس حکم میں برابر ہوں گے۔ چار ایک کو چھوڑ کو سرگوشی نہ کریں اور دس ایک کو چھوڑ کر اسی طرح ایک ہزار کیونکہ یہی وجہ اس عدد میں بھی پائی جا رہی ہے بلکہ کثیر تعداد میں اس کا وجود زیادہ وقیع ہے اس لیے اسے منع کرنا زیادہ مناسب ہے۔ تین کا خصوصی ذکر کیا کیونکہ یہ پہلا وہ عدد ہے جس میں یہ معنی پایا جاتا ہے۔ اس حدیث کا ظاہر تمام زمانوں اور احوال کو شامل ہے؛ اسی طرف حضرت ابن عمر، امام مالک اور جمہور گئے ہیں۔ خواہ سرگوشی کسی مستحب امر میں ہو، مباح میں ہو یا واجب میں ہو کیونکہ غم اس میں واقع ہوتا ہے۔ بعض لوگ اس طرف گئے ہیں کہ یہ ابتداء اسلام میں تھا کیونکہ یہ حکم منافقین کے بارے میں تھا منافق مومنوں کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشیاں کیا کرتے تھے جب اسلام عام ہو گیا تو یہ حکم ساقط ہو گیا۔ بعض نے کہا: یہ حکم سفر میں ایسے مواقع پر ہوتا ہے جس میں ایک آدمی اپنے ساتھی سے امن میں نہیں ہوتا جہاں تک شہر اور آبادی کا تعلق ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہاں وہ ایسے شخص کو پاتا ہے جو اس کی مدد کر سکتا ہے سفر کا معاملہ مختلف ہے کیونکہ وہاں دھوکہ کا امکان ہوتا ہے اور مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَ اِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑪

''اے ایمان والو! جب تمہیں کہا جائے کہ (آنے والوں کے لیے) جگہ کشادہ کر دو مجلس میں تو کشادہ کر دیا کرو اللہ تمہارے لیے کشادگی فرمائے گا اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو اللہ تعالیٰ ان کے جو

تم میں سے ایمان لے آئے اور جن کو علم دیا گیا درجات بلند فرمائے گا، اور اللہ تعالیٰ جو تم کرتے ہو اس سے خوب آگاہ ہے''۔

اس میں سات مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ جب اس امر کی وضاحت کی کہ یہودی آپ کو ایسے انداز میں سلام کرتے ہیں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام نہیں کیا اور اس امر پر ان کی مذمت کی ساتھ ہی انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حسن ادب کا حکم دیا تاکہ وہ آپ پر مجلس کو تنگ نہ کر دیں اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ باہم شفقت اور محبت کا اظہار کریں یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے کے لیے جگہ کھلی کر دیں تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن سکیں اور آپ کا دیدار کر سکیں۔ قتادہ اور مجاہد نے کہا: صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں باہم مقابلہ کیا کرتے تھے تو انہیں حکم دیا کیا کہ وہ ایک دوسرے کے لیے جگہ کھلی کر دیں؛ یہ ضحاک کا قول ہے (1)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہاں مراد قتال کی مجالس ہیں جب وہ جنگ کرنے کے لیے صف بندی کیا کرتے تھے (2)۔ حضرت حسن بصری اور یزید بن ابی حبیب نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مشرکوں سے جنگ کرتے تو آپ کے صحابہ پہلی صف میں کھڑا ہونے کو پسند کرتے تھے وہ ایک دوسرے کے لیے جگہ نہ چھوڑتے وہ قتال اور شہادت میں رغبت رکھتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح فرمایا: مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (آل عمران: 121) مقاتل نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صفہ میں موجود تھے جمعہ کے روز جگہ میں تنگی ہو جاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بدری مہاجرین و انصاری کی تعظیم کرتے بدری صحابہ آئے ان میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس تھے ان سے پہلے ہی لوگ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ بدری صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد کھڑے ہو گئے وہ انتظار کر رہے تھے کہ ان کے لیے جگہ کھلی کر دی جائے گی تو لوگوں نے ان کے لیے جگہ کھلی نہ کی یہ امر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاق گزرا آپ کے اردگرد جو غیر بدری صحابہ موجود تھے آپ نے انہیں فرمایا: ''اے فلاں تو اٹھ، اے فلاں تو اٹھ'' اتنے افراد کا نام لیا جس قدر بدری صحابہ کھڑے تھے جسے اٹھایا گیا اس پر یہ امر شاق گزرا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہروں سے ناگواری کے آثار محسوس کر لیے۔ منافقوں نے آنکھوں سے اشارے کیے اور یہ کہا: ان سے انصاف نہیں ہوا انہوں نے اپنے نبی کے قرب کو پسند کیا اور پہلے آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا: تَفَسَّحُوْا کا معنی ہے کھل جاؤ۔

فسح فلان لأخیه فی مجلسه یفسح فسحا یعنی اس کے لیے جگہ کو کھلا کر دیا؛ اسی معنی میں ان کا قول ہے بلد فسیح ولک فی کذا فسحة یعنی کھلا ہے تیرے لیے اس میں وسعت ہے فسح یفسح کا باب منع یمنع کی طرح ہے معنی ہے بیٹھنے والی جگہ کو کھلا کر دیا۔ فسح یفسح فساحة جس طرح کرم یکرم کرامة یعنی کھلا ہو گیا اسی معنی میں مکان فسیح ہے۔

مسئلہ نمبر 2۔ سلمی، زر بن حبیش اور عاصم نے فی المجالس پڑھا ہے۔ قتادہ، داؤد بن ہند اور حسن بصری نے اختلاف کیا ہے جب کہ باقی قراء نے تفسحوا فی المجلس پڑھا ہے۔ جس نے جمع کا صیغہ پڑھا ہے تو وہ اس امر کو

1۔ تفسیر طبری 2۔ زاد المسیر

دیتا ہے کہ ہر ایک کے لیے ایک مجلس ہے اسی طرح اگر جنگ کا ارادہ کیا جائے اس طرح یہ بھی جائز ہے کہ مسجد نبوی کا ارادہ کیا جائے۔ صیغہ جمع کا ذکر کیا کہ ہر بیٹھنے والے کے لیے ایک مجلس ہے اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ اگر مجلس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس ہو۔ یہ بھی جائز ہے کہ جنس کے اعتبار سے جمع مراد ہو جس طرح عربوں کا قول ہے: کثر الدینار والدرھم۔

میں کہتا ہوں: صحیح یہ ہے کہ یہ ہر مجلس میں عام ہے جس میں مسلمان خیر اور اجر کے لیے جمع ہوں خواہ جنگ کی مجلس ہو، ذکر کی مجلس ہو یا جمعہ کے دن کی مجلس ہو کیونکہ ہر ایک ایسی جگہ کا زیادہ حق دار ہے جس کی طرف وہ سبقت لے گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو ایسی جگہ کی طرف سبقت لے گیا جس کی طرف پہلے کوئی سبقت نہیں لے گیا تھا تو وہ اس جگہ کا زیادہ مستحق ہے مگر وہ اپنے بھائی کے لیے جگہ وسیع کر دے جب تک اس سے اذیت میں مبتلا نہ ہو کہ کہیں تنگی اسے اپنی جگہ سے ہی نہ نکال دے''۔

امام مسلم حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی آدمی کسی آدمی کو اس کی جگہ سے نہ اٹھائے پھر اس میں خود بیٹھے'' آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ ایک آدمی کو اس کی جگہ سے اٹھایا جائے اور اس میں کوئی آدمی بیٹھے، بلکہ کھل جاؤ اور جگہ کو وسیع کر دو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اس امر کو ناپسند کرتے تھے کہ ایک آدمی اپنی جگہ سے اٹھ جائے پھر اس جگہ بیٹھے۔ یہ بخاری کے الفاظ ہیں۔

مسئلہ نمبر 3۔ جب لوگوں میں سے کوئی مسجد کی ایک جگہ میں بیٹھے تو کسی اور کے لیے جائز نہیں کہ اسے اٹھائے اور اس کی جگہ بیٹھے۔ امام مسلم نے ابوزبیر سے وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ''تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو جمعہ کے روز اپنی جگہ سے نہ اٹھائے پھر اس کے بیٹھنے کی جگہ کی طرف آئے اور اس میں بیٹھ جائے بلکہ کہے کھل جاؤ''۔

مسئلہ۔ کسی جگہ بیٹھنے والا شخص جب اٹھے یہاں تک کہ کوئی اور اس کی جگہ بیٹھ جائے تو اس میں غور وفکر کیا جائے گا اگر وہ جگہ جس کے لیے وہ اٹھا ہے وہ امام کا کلام سننے میں پہلے کی طرح ہے تو اس کے لیے یہ مکروہ نہیں اگر وہ جگہ امام سے دور ہے تو یہ اس کے لیے مکروہ ہے کیونکہ اس میں اپنے حصہ کو فوت کرتا ہے۔

مسئلہ نمبر 4۔ جب کوئی انسان دوسرے انسان کو کہے کہ وہ جامع مسجد کی طرف جلدی جائے وہ اس کے لیے ایک جگہ مختص کر دے جہاں وہ آکر بیٹھے تو یہ مکروہ نہیں جب کہنے والا آئے تو پہلے سے موجود شخص اس کے لیے اٹھ کھڑا ہو کیونکہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت ابن سیرین کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنے غلام کو جمعہ کے روز بھیجتے کہ وہ ان کے لیے جگہ بنائے وہ غلام ان کے لیے ایک جگہ بیٹھ جاتا جب وہ آتے تو وہ وہاں سے اٹھ کھڑا ہوتا۔

مسئلہ۔ اس صورت میں یہ مسئلہ مستنبط کیا گیا ہے کہ اگر کوئی آدمی قالین یا سجادہ بھیجے تو مسجد کی کسی جگہ اس کے لیے بچھا دیا جائے تو یہ جائز ہوگا۔

مسئلہ نمبر 5۔ امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اذا قام احدکم اور ابوعوانہ کی حدیث میں ہے من قام من مجلس یعنی جو آدمی اپنی جگہ سے اٹھا پھر وہ اسی جگہ کی طرف لوٹا تو وہ

اس جگہ بیٹھنے کا زیادہ حقدار ہے۔

ہمارے علماء نے کہا: یہ روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اس کا قول صحیح ہے جو یہ کہتا ہے کہ بیٹھنے والا اپنی جگہ کے لیے خاص ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ وہاں سے اٹھ جائے کیونکہ وہاں سے اٹھنے کے بعد جب وہ اس جگہ کا زیادہ مستحق ہے تو اس سے پہلے تو بدرجہ اولیٰ اسی جگہ کا مستحق ہوگا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس جگہ کا اس کے لیے خاص ہونا بطور ندب ہے کیونکہ یہ جگہ کسی کی ملکیت نہیں نہ بیٹھنے سے پہلے اور نہ ہی بیٹھنے کے بعد۔ اس میں اعتراض کی گنجائش ہے وہ یہ ہے کہ کہا جائے: ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ کسی کی ملکیت نہیں لیکن یہ جگہ اس کے لیے خاص رہے گی یہاں تک کہ اس کی ضرورت پوری ہو جائے تو وہ جگہ اسی طرح ہو جائے گی گویا وہ اس کی منفعت کا مالک ہے کیونکہ کسی دوسرے فرد کو اس سے منع کر دیا گیا ہے کہ اس کے ساتھ مزاحمت کرے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

مسئلہ نمبر 6۔ یَفۡسَحِ اللّٰہُ لَکُمۡ اللہ تعالیٰ تمہاری قبروں میں وسعت پیدا کردے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: تمہارے دلوں میں وسعت پیدا کردے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: دنیا و آخرت میں تمہارے لیے وسعت پیدا کردے گا(1)۔

وَ اِذَا قِیۡلَ انۡشُزُوۡا فَانۡشُزُوۡا نافع، ابن عامر اور عاصم نے دونوں میں شین کو مضموم پڑھا ہے اور باقی قراء نے اسے کسرہ دیا ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں جس طرح یَعۡکُفُوۡنَ اور یَعۡرِشُوۡنَ ہے اس کا معنی ہے نماز، جہاد اور عمل خیر کے لیے اٹھو؛ یہ اکثر مفسرین نے کہا۔ مجاہد اور ضحاک نے کہا: جب نماز کے لیے اذان کہی جائے تو نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہو اس کی وجہ یہ تھی کہ کچھ لوگ نماز سے سستی کیا کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت حسن بصری اور مجاہد نے کہا: جنگ کے لیے اٹھ کھڑے ہو۔ ابن زید نے کہا: یہ حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے متعلق ہے ہر ایک آدمی یہ پسند کرتا کہ وہ سب سے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں رہے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: جب تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کہا جائے اٹھو تو اٹھ جاؤ کیونکہ آپ کی کچھ ضروریات ہیں تو اس لیے رکے نہ رہو۔ قتادہ نے کہا: معنی ہے جب تم کو معروف امر کی دعوت دی جائے تو اس پر لبیک کہو؛ یہی قول صحیح ہے کیونکہ یہ عام ہے۔ اور نشز کا معنی بلند ہونا ہے یہ نشوز الارض سے ماخوذ ہے اس سے مراد زمین کا بلند ہونا ہے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: نَشَزَ یَنۡشُزُ وَ یَنۡشِزُ جب وہ اپنی جگہ سے اوپر اٹھ جائے۔ امراۃ ناشزۃ یعنی وہ عورت جو اپنے خاوند سے علیحدگی اختیار کرے۔ اس کی اصل نشز ہے نشز کا معنی ہے جو زمین سے اوپر اٹھ جائے؛ نحاس نے اس کا ذکر کیا ہے۔

مسئلہ نمبر 7۔ یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ ۙ وَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ دَرَجٰتٍ یعنی آخرت میں ثواب اور دنیا میں کرامت میں درجات بلند فرمائے گا، اللہ تعالیٰ مومن کو غیر مومن پر بلند کرے گا اور عالم کو غیر عالم پر بلند کرے گا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں علماء کی مدح کی ہے معنی ہے اللہ تعالیٰ علماء کو ان مومنوں پر درجہ میں بلند کرے گا جن کو علم نہیں دیا گیا جب کہ وہ ان امور کو بجا لائیں جن کا انہیں حکم دیا گیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: غنی لوگ ناپسند کرتے تھے کہ ان کے ساتھ وہ آدمی مل بیٹھے جو اون کا لباس زیب تن کرتا ہے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جلدی جائے تو خطاب ان

1۔ الکشاف

کو ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غنی کو دیکھا جو ایک فقیر سے نفرت کی وجہ سے اپنے کپڑے کو سمیٹ رہا تھا جس فقیر نے اس کے پاس بیٹھنے کا ارادہ کیا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے فلاں! کیا تجھے ڈر ہوا کہ تیری غنا اس کی طرف متعدی ہو جائے گی یا اس کا فقر تیری طرف متعدی ہو جائے گی''۔

اس آیت میں اس امر کو واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں رفعت و بلندی علم و ایمان کے ساتھ ہے مجالس میں آگے بیٹھنے کے ساتھ نہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اَلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن حکیم کو پڑھا۔ یحییٰ بن یحییٰ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کی ہے: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ سے مراد صحابہ ہیں۔ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے عالم اور حق کے طالب کو بلند فرماتا ہے۔

میں کہتا ہوں: مسئلہ میں عموم زیادہ وقیع اور آیت کے معنی کے زیادہ مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ پہلی دفعہ مومن کو اس کے ایمان کے ساتھ اور دوسری دفعہ اس کے علم کے ساتھ بلند فرماتا ہے۔ صحیح میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس کو صحابہ پر مقدم رکھتے تھے صحابہ نے آپ سے اس بارے میں گفتگو کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو بلایا اور حضرت عبداللہ بن عباس کو بھی بلایا صحابہ سے اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ کی تفسیر کے بارے میں پوچھا تو صحابہ خاموش ہو گئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت ہے جس بارے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں آگاہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسے وہی جانتا ہوں جو آپ جانتے ہیں۔

بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر آئے اور اپنے بھتیجے حر بن قیس بن حصن کے ہاں ٹھہرے لوگوں میں سے کچھ ایسے تھے جنہیں حضرت عمر اپنے قریب بٹھاتے تھے۔ قراء حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اصحاب مجلس اور اہل مشورہ ہوا کرتے تھے وہ بڑی عمر کے ہوتے یا جوان ہوتے۔ یہ چیز سورۂ اعراف کے آخر میں واقع ہوئی ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ نافع بن عبد حرث حضرت عمر سے عسفان میں ملے حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں مکہ مکرمہ کا عامل بنانا چاہتے تھے۔ پوچھا: اہل وادی پر کس کو آپ نے عامل بنایا ہے؟ جواب دیا: ابن ابزی کو۔ پوچھا: ابن ابزی کون ہے؟ جواب دیا: وہ ہمارے غلاموں میں سے ایک غلام ہے۔ پوچھا: کیا آپ نے ان پر ایک غلام کو عامل بنایا ہے؟ جواب دیا: وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا قاری ہے، وہ فرائض کا علم رکھنے والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خبردار! تمہارے نبی نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے کئی لوگوں کو رفعت عطا فرماتا ہے اور اس کے ذریعے دوسروں کو پست کرتا ہے''۔ کتاب کے شروع میں بحث گزر چکی ہے۔ علم و علماء کی فضیلت کے حوالے سے گفتگو اسی کتاب میں کئی اور مواقع پر گزر چکی ہے۔ الحمدللہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت مروی ہے کہ فرمایا: ''عالم اور عابد کے درمیان ستر درجے ہیں اور ہر درجے کے درمیان ضامر گھوڑے کی ستر سال کی مسافت حائل ہے''۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے: ''عالم کی عابد پر فضیلت اس طرح ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہوتی ہے''۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے: قیامت کے روز تین

قسم کے افراد شفاعت کریں گے انبیاء، علماء اور شہداء۔ اس مقام کی عظمت کو تصور کر جو نبوت اور شہادت کے درمیان واسطہ ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم، مال اور ملک میں اختیار دیا گیا تو آپ نے علم کو پسند کیا تو مال اور ملک آپ کو ساتھ میں دے دیا گیا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

''اے ایمان والو! جب تنہائی میں بات کرنا چاہو رسول (مکرم) سے تو سرگوشی سے پہلے صدقہ دیا کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور (دلوں کو) کو پاک کرنے والی ہے، اور اگر تم (اس کی سکت) نہ پاؤ تو بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے''۔

اس میں تین مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ، نَاجَيْتُمُ یعنی تم رازداری سے بات کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ آیت اس وجہ سے نازل ہوئی کہ مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بے شمار مسائل پیش کیا کرتے تھے یہاں تک کہ وہ آپ کے لیے مشکلات پیدا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پریشانی میں کمی کر دے۔ جب یہ کہا تو بہت سے لوگ رک گئے پھر اللہ تعالیٰ نے بعد والی آیت کے ساتھ اس میں تخفیف کر دی۔ حضرت حسن بصری نے کہا یہ آیت اس وجہ سے نازل ہوئی کہ مسلمانوں میں سے کچھ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں ملتے اور آپ سے سرگوشیاں کرتے تو مسلمانوں میں سے ایک قوم نے گمان کیا کہ یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان کے نقائص بیان کرتے ہیں تو یہ چیز ان پر شاق گزری تو اللہ تعالیٰ نے رازداری سے بات کرنے پر صدقہ کرنے کا حکم دیا تا کہ وہ خلوت میں بات کرنے سے رک جائیں۔

زید بن اسلم نے کہا: یہ آیت اس وجہ سے نازل ہوئی کہ منافقین اور یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشیاں کرتے اور کہتے: یہ کان کے کچے ہیں جو کچھ انہیں کہا جائے اسے مان لیتے ہیں، وہ کسی کو مناجات سے منع نہیں کرتے۔ یہ امر مسلمانوں پر شاق گزرتا کیونکہ شیطان ان کے نفسوں میں یہ القاء کرتا کہ ان لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کی ہے کہ کچھ لشکر مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وہ نہ رکے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا تو اہل باطل سرگوشی کرنے سے رک گئے کیونکہ انہوں نے سرگوشی سے قبل صدقہ نہ کیا۔ یہ امر اہل ایمان پر شاق گزرا اور وہ بھی سرگوشی کرنے سے رک گئے کیونکہ ان کی کثیر تعداد صدقہ پیش کرنے سے عاجز تھی تو اللہ تعالیٰ نے بعد والی آیت میں ان سے تخفیف فرما دی۔

مسئلہ نمبر 2۔ ابن عربی نے کہا(1): زید سے مروی اس خبر میں ایسی چیز ہے جو اس بات پر دال ہے کہ احکام مصالح کے اعتبار سے مرتب نہیں ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ پھر اس کے خیر اور پاکیزہ ہونے کے

1۔ احکام القرآن لابن العربی

باوجود اسے منسوخ کر دیا۔ یہ معتزلہ پر عظیم رد ہے جو وہ یہ کہتے ہیں کہ احکام میں مصالح کا التزام ضروری ہے لیکن اس حدیث کا راوی عبد الرحمن ہے جو زید کا بیٹا ہے علماء نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ یہ معتزلہ کے رد میں نص متواتر ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

مسئلہ نمبر 3۔ امام ترمذی نے علی بن علقمہ انماری سے وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جب یہ آیت يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً نازل ہوئی تو میں نے آپ سے پوچھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: ”دینار کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟“ میں نے عرض کی: وہ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ فرمایا: ”نصف دینار؟“ میں نے عرض کی: وہ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ فرمایا: ”تو کتنا؟“ میں نے عرض کی: جو (کے برابر وزن) فرمایا: ”تو تو بہت ہی زہد اختیار کرنے والا ہے“ تو یہ آیت نازل ہوئی ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ کہا: میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت سے تخفیف فرمائی۔ ابو عیسیٰ نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اسے اسی سند سے ہی پہچانتے ہیں۔ ان کے قول شعیرہ (جو) کا معنی ہے سونے میں سے جو کا وزن۔ ابن عربی نے کہا: یہ امر دو اصولی اچھے مسالوں پر راہنمائی کرتا ہے (۱) عبادت پر عمل سے پہلے ہی منسوخ کرنا (۲) معین مقداروں میں قیاس کے ذریعے غور و فکر کرنا جب کہ امام ابو حنیفہ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔

میں نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ نسخ صدقہ کے فعل کے بعد ہوا۔ مجاہد سے مروی ہے کہ اس بارے میں سب سے پہلے صدقہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرگوشی کی۔ ان کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے انگوٹھی کا صدقہ کیا۔ قشیری اور دوسرے علماء نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا: کتاب اللہ میں ایک ایسی آیت ہے جس پر مجھ سے قبل کسی نے عمل نہیں کیا اور میرے بعد اس پر کوئی عمل نہیں کرے گا وہ یہ آیت ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً میرے پاس ایک دینار تھا جس کو میں نے بیچا جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرتا تو میں ایک درہم صدقہ کرتا یہاں تک کہ وہ درہم ختم ہو گئے۔ تو اسے ایک دوسری آیت کے ساتھ منسوخ کر دیا گیا ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی طرح کہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو بعد والی آیت سے منسوخ کر دیا۔ حضرت ابن عمر نے کہا: حضرت علی شیر خدا کے لیے تین خصوصیات ایسی تھیں اگر ان میں سے ایک بھی میرے لیے ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ (۱) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح (۲) غزوہ خیبر کے موقع پر جھنڈے کا عطا کیا جانا (۳) سرگوشی والی آیت۔ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ روکنے سے یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور نافرمانیوں سے پاکی کے لیے تمہارے دلوں کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے۔ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ اے فقراء! اگر تم نہ پاؤ تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۚ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا

تَعْمَلُوْنَ ۝

"کیا تم (اس حکم سے) ڈر گئے کہ تمہیں سرگوشی سے پہلے صدقہ دینا چاہیے پس جب تم ایسا نہیں کر سکے تو اللہ نے تم پر نظر کرم فرمائی پس (اب) تم نماز صحیح صحیح ادا کیا کرو اور زکوۃ دیا کرو اور تابعداری کیا کرو اللہ اور اس کے رسول کی، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کرتے رہتے ہو"۔

اس میں دو مسئلے ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ ءَاَشْفَقْتُمْ یہ جملہ استفہامیہ ہے اور کلمہ استفہام قد کے معنی میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس کا معنی ہے تم صدقہ کرنے میں بخل کرتے ہو۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: تم ڈرتے ہو۔ اشفاق سے مراد ناپسندیدہ چیز سے خوف کھانا ہے (1)، یعنی تم ڈر گئے، صدقہ میں بخل کیا اور یہ امر تم پر شاق گزرا۔ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ مقاتل بن حیان نے کہا: یہ حکم دس دن تک رہا پھر اسے منسوخ کر دیا گیا۔ کلبی نے کہا: یہ حکم صرف ایک دن کے لیے رہا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ حکم دن کی چند گھڑیوں کے لیے رہا یہاں تک کہ منسوخ ہو گیا؛ قتادہ نے اسی طرح کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

مسئلہ نمبر 2۔ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ یہ خطاب ان کو ہے جس نے ایسا مال پایا جس کو وہ صدقہ کر سکتا تھا۔ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ فرض زکوۃ نے اس صدقہ کو منسوخ کر دیا۔ یہ امر اس پر دال ہے کہ فعل سے پہلے فسخ کرنا جائز ہے۔ حضرت علی شیر خدا سے جو مروی ہے وہ ضعیف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا یہ اس امر پر دال ہے کہ کسی نے بھی کوئی چیز صدقہ نہ کی۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اس کے فرائض میں اس کی اطاعت کرو اور سنن میں اس کے رسول کی اتباع کرو۔

وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ جو کچھ تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لَا مِنْهُمْ ۙ وَ یَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝

"کیا تم نے نہیں دیکھا ان (نادانوں) کی طرف جنہوں نے دوست بنا لیا اس قوم کو جن پر خدا کا غضب ہوا، نہ یہ لوگ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے یہ جان بوجھ کر جھوٹی باتوں پر قسمیں کھاتے ہیں۔ تیار کر رکھا ہے اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب، بلاشبہ یہ لوگ بہت برے کام کیا کرتے تھے انہوں نے بنا رکھا ہے اپنی قسموں کو ڈھال پس وہ (اسی طرح) روکتے ہیں اللہ کی راہ سے، سو ان کے لیے رسوا کن عذاب ہے"۔

1۔ تفسیر طبری

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قتادہ نے کہا: مراد منافق ہیں جنہوں نے یہودیوں سے دوستی کی مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لَا مِنْهُمْ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: منافق یہودیوں اور مسلمانوں میں سے نہیں بلکہ وہ ان دونوں طبقات کے درمیان مذبذب ہیں۔ وہ مسلمانوں کی خبریں ان تک پہنچاتے تھے۔ سدی اور مقاتل نے کہا: یہ آیت عبداللہ بن ابی اور عبداللہ بن نبتل منافق کے حق میں نازل ہوئی ان میں سے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتا تھا پھر آپ کی گفتگو یہودیوں تک پہنچاتا تھا۔ اس اثناء میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجروں میں سے ایک حجرہ میں تھے کہ فرمایا: "ابھی تم پر ایک ایسا آدمی داخل ہوگا جس کا دل جبار کا دل ہے اور وہ شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے"۔ تو عبداللہ بن نبتل داخل ہوا۔ اس کی آنکھیں نیلی، رنگ گندم گوں، قد چھوٹا اور داڑھی کے بال تھوڑے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "تو اور تیرے ساتھی مجھے کیوں برا بھلا کہتے ہیں؟" اس نے قسم اٹھائی کہ اس نے ایسا نہیں کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ارشاد فرمایا: "تو نے ایسا کیا ہے"۔ وہ گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے آیا تو انہوں نے اللہ کے نام کی قسم اٹھائی کہ انہوں نے آپ کو گالی نہیں دی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اس کے ہم معنی قول کیا ہے۔ عکرمہ نے ان سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے سایہ آپ سے سمٹنے والا تھا کہ آپ نے فرمایا: "تمہارے پاس ابھی ایسا آدمی آئے گا جس کی آنکھیں نیلی ہوں گی وہ تمہیں شیطان کی آنکھ سے دیکھے گا" ہم اسی طرح تھے کہ ایک آدمی آیا جس کی آنکھیں نیلی تھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلایا فرمایا: "تو اور تیرے ساتھی مجھے کیوں برا بھلا کہتے ہیں؟" اس نے جواب دیا: مجھے چھوڑ دیں میں انہیں لے آتا ہوں۔ وہ گیا اور انہیں لے آیا، ان سب نے قسم اٹھا دی کہ ایسی کوئی بات نہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔ یہودیوں کا ذکر قرآن حکیم میں غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ کے ساتھ کیا گیا ہے۔

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے لیے جہنم میں شدید عذاب تیار کر رکھا ہے اور وہ درک اسفل ہے اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝ یعنی ان کے اعمال کتنے برے ہیں۔

اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً وہ قتل سے بچنے کے لیے قسم کو ڈھال بناتے ہیں۔ حضرت حسن بصری اور ابو العالیہ نے کہا: یہاں ایمانھم ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ ہے اور سورۃ المنافقون میں بھی اسی طرح ہے انہوں نے اپنے اقرار کو ڈھال بنالیا۔ ان کی زبانیں قتل کے خوف سے ایمان لائی ہیں اور ان کے دلوں نے کفر کیا ہے۔

فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۝ دنیا میں قتل اور آخرت میں آگ کا عذاب ہے۔ صد سے مراد اسلام سے روکنا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: عذاب سے مراد کفر کی وجہ سے قتل ہے جب انہوں نے نفاق کو ظاہر کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہ عذاب خوف پیدا کرنے، مسلمانوں کو جہاد سے روکنے اور ان کو ڈرانے کی وجہ سے ہوگا۔

لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا١ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ١ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۝ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ١ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ۝ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ

فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

"کچھ نفع نہ پہنچا ئیں گے انہیں ان کے مال اور نہ ان کی اولاد عذاب الٰہی سے بچانے کے لیے، یہ لوگ جہنمی ہیں، یہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھائے گا تو وہ قسمیں کھائیں گے اللہ کے سامنے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اور خیال کریں گے کہ وہ کس مفید چیز پر تکیہ کیے ہیں۔ خبردار! یہی وہ جھوٹے لوگ ہیں تسلط جمالیا ہے ان پر شیطان نے اور اس نے، اللہ کا ذکر انہیں فراموش کرادیا ہے، یہ لوگ شیطان کا ٹولہ ہیں، خوب سن لو! شیطان کا ٹولہ ہی یقیناً نقصان اٹھانے والا ہے"۔

لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا یعنی اس کے عذاب سے کچھ نفع نہ دے گا۔ مقاتل نے کہا: منافقوں نے کہا (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گمان کرتے ہیں کہ قیامت کے روز ان کی مدد کی جائے گی تو اس وقت یقیناً ہم بد بخت ہوں گے اللہ کی قسم! اگر قیامت ہوئی تو قیامت کے روز ہماری مدد کی جائے گی ہماری ذاتوں، ہماری اولادوں اور ہمارے اموال کی وجہ سے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اللہ تعالیٰ انہیں جس روز دوبارہ اٹھائے گا ان کے لیے ذلیل ورسوا کرنے والا عذاب ہوگا۔ فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وہ اس روز اسی طرح اس کے لیے قسم اٹھائیں گے جس طرح آج وہ تمہارے لیے قسم اٹھاتے ہیں۔ یہ عجب امر ہے وہ ان کا قسم کے ساتھ مغالطہ پیدا کرنا ہے، جب کہ تمام معارف عیاں ہو چکے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ ان کا یہ قول ہے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ۝ (الانعام)

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ یعنی انکار کرنے اور قسم اٹھانے کے ساتھ۔ ابن زید نے کہا: انہوں نے گمان کیا کہ وہ آخرت میں انہیں نفع پہنچائیں گے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ دنیا میں گمان کریں گے کہ وہ بہت بڑی چیز پر قائم ہیں کیونکہ آخرت میں وہ مجبور ہو کر حق کو جا نیں گے، جب کہ پہلا معنی زیادہ واضح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے روز ایک منادی کرنے والا اعلان کرے گا: اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کرنے والے کہاں ہیں؟ تو قدریہ اٹھیں گے جب کہ ان کے چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوں گی، ان کی باچھیں ایک طرف مائل ہوں گی، ان کا لعاب بہہ رہا ہو گا، تو وہ کہیں گے: اللہ کی قسم! ہم نے تیرے سوا کسی سورج، کسی چاند، کسی بت کی عبادت نہیں کی اور ہم نے تیرے سوا کسی کو اپنا الٰہ نہیں بنایا"۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: انہوں نے سچ کہا، ان تک شرک ایسی جگہ سے پہنچے گا جسے وہ نہیں جانتے ہوں گے۔ پھر اس آیت کی تلاوت کی۔ اللہ کی قسم! وہ قدریہ ہیں یہ تین دفعہ قسم اٹھائی (1)۔

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ یعنی شیطان ان پر غالب آگیا ہے یعنی دنیا میں اپنے وسوسہ کے ساتھ ان پر غالب آ گیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: وہ ان پر قوی ہو گیا ہے۔ مفضل نے کہا: اس نے ان کا احاطہ کر لیا ہے۔ یہ چوتھے معنی کا بھی احتمال رکھتا ہے شیطان نے انہیں جمع کر لیا ہے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: احوذ الشیء اسے جمع کر دیا اور اس کے بعض کو بعض سے ملا دیا جب

1۔ المحرر الوجیز

انہیں جمع کر لیا تو وہ ان پر غالب آ گیا، ان پر قوی ہو گیا اور ان کو احاطہ میں لے لیا۔

فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ذکر سے اس کے اوامر مراد ہیں۔ جب انسان طاعت کر رہا ہے تو اوامر کو بھلا دیا۔ ایک قول یہ کیا گیا: اس سے مراد زواجر ہیں یعنی اس کی معصیت سے جو جھڑ کنے والی چیزیں تھیں، انہیں بھلا دیا۔ نسیان کبھی غفلت کی صورت میں ہوتا ہے اور کبھی ترک کی صورت میں ہوتا ہے یہاں دونوں وجوہ کا احتمال ہے۔

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ حزب سے مراد طائفہ اور رہط ہے۔ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ یعنی وہ اپنی تجارت میں خسارے پانے والے ہیں کیونکہ انہوں نے جہنم کے بدلے جنت کو بیچ دیا ہے اور گمراہی کے بدلے ہدایت کو بیچ دیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ۝۲۰ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۲۱

"بے شک جو لوگ مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی وہ ذلیل ترین لوگوں میں شمار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب آ کر رہیں گے"۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ سورت کے آغاز میں یہ بحث گزر چکی ہے اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ۝ وہ ذلیل لوگوں میں سے ہیں ان سے بڑھ کر کوئی ذلیل نہیں كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ یعنی اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ انہیں ضرور غالب کرے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے؛ یہ قتادہ سے مروی ہے۔ فراء نے کہا: كَتَبَ یہ قال کے معنی میں ہے۔ انا یہ ضمیر تاکید کے لیے ہے۔ وَ رُسُلِيْ جس کو جہاد کے حکم کے ساتھ مبعوث کیا گیا وہ جہاد کے ساتھ غالب آئے گا، جس کو حجت کے ساتھ مبعوث کیا گیا وہ حجت کے ساتھ غالب آئے گا۔ مقاتل نے کہا: مومنوں نے کہا اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مکہ مکرمہ، طائف، خیبر اور اس کے اردگرد کے علاقوں پر فتح دی تو ہم امید رکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فارس اور روم پر بھی فتح دے گا۔ عبداللہ بن ابی بن سلول نے کہا: کیا تم روم اور فارس کو ان دیہاتوں کی طرح سمجھتے ہو جن پر تم غالب آ گئے ہو؟ اللہ کی قسم! وہ تعداد میں بہت زیادہ ہیں اور قوت میں اس سے بہت سخت ہیں جتنا تم ان کے بارے میں گمان کرتے ہو تو یہ آیت نازل ہوئی اسی کی مثل وَ لَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ۚۖ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (الصافات) ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۲۲

"تو ایسی قوم نہیں پائے گا جو ایمان رکھتی ہو اللہ اور قیامت پر پھر وہ محبت کرے ان سے جو مخالفت کرتے ہیں اللہ

اور اس کے رسولوں کی خواہ وہ (مخالفین) ان کے باپ ہوں یا ان کے فرزند ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے کنبہ والے ہوں، یہ وہ لوگ ہیں نقش کر دیا ہے الله نے ان کے دلوں میں ایمان اور تقویت بخشی ہے انہیں اپنے فیض خاص سے، اور داخل کرے گا انہیں باغوں میں رواں ہیں جن کے نیچے نہریں وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں، الله تعالیٰ راضی ہو گیا ان سے اور وہ اس سے راضی ہو گئے یہ، (بلند اقبال) الله کا گروہ ہیں سن لو! الله تعالیٰ کا گروہ ہی دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہے''۔

اس میں دو مسئلے ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ، يُوَآدُّوْنَ یعنی وہ محبت کرتے ہوں اور ان سے دوستی رکھتے ہو۔

مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اس کی وضاحت پہلے گزر چکی ہے۔ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ سدی نے کہا: یہ آیت عبدالله بن عبدالله بن ابی کے حق میں نازل ہوئی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی نوش کیا انہوں نے عرض کی: الله کی قسم! یا رسول الله آپ اپنے پانی میں سے کوئی چیز باقی چھوڑتے جسے میں اپنے باپ کو پلاتا ممکن ہے الله تعالیٰ اس کے ساتھ اس کے دل کو پاکیزہ بنا دیتا؟ رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے پانی چھوڑ دیا تو وہ پانی عبدالله بن ابی کے پاس لے آیا۔ عبدالله بن ابی نے کہا: یہ کیا چیز ہے؟ بیٹے نے کہا: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچا ہوا پانی ہے تاکہ تو اسے پیے ممکن ہے الله تعالیٰ تیرے دل کو پاکیزہ بنائے۔ اس کے باپ نے اسے کہا: تو اپنی ماں کا بول کیوں نہیں لے آیا وہ اس پانی سے پاکیزہ تر تھا۔ بیٹا غضب ناک ہو گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول الله! کیا آپ مجھے اپنے باپ کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دیں گے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بلکہ تو اس کے ساتھ نرمی کر اور اس پر احسان کر''(1)۔

ابن جریج نے کہا: مجھے یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابو قحافہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا ان کے بیٹے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے ایک تھپڑ مارا اور وہ اپنے منہ کے بل گر گیا۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کا ذکر آپ سے کیا۔ فرمایا: ''کیا تو نے ایسا کیا ہے؟ آئندہ ایسا نہ کرنا''۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! اگر تلوار میرے قریب ہوتی تو میں اسے قتل کر دیتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ آیت حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ احد کے موقع پر انہوں نے باپ جراح کو قتل کر دیا تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یوم بدر کو قتل کیا تھا۔ جراح حضرت ابو عبیدہ کے سامنے آتا اور حضرت ابو عبیدہ ایک طرف ہو جاتے۔ جب یہ سلسلہ بار بار ہوا تو حضرت ابو عبیدہ نے اسے قتل کر دیا جب انہوں نے اپنے باپ کو قتل کر دیا تو الله تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ واقدی نے کہا: اہل شام بھی یہ کہتے ہیں میں نے بنی حرث بن فہر کے لوگوں سے پوچھا انہوں نے کہا: حضرت ابو عبیدہ کے والد تو دور اسلام سے قبل فوت ہو چکے تھے۔

1۔ زاد المسیر

اَوْ اَبْنَآءَهُمْ مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو دعوت مبارزت دی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوبکر! ہمیں اپنی ذات سے لطف اندوز کر کیا تو نہیں جانتا کہ تو میرے ہاں کان اور آنکھ کی طرح ہے۔'' اَوْ اِخْوَانَهُمْ مراد حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے غزوہ بدر کے موقع پر اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کر دیا تھا۔ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ مراد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو بدر کے دن قتل کیا تھا اور حضرت علی شیر خدا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما ہیں جنہوں نے بدر کے دن عتبہ، شیبہ اور ولید کو قتل کیا تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہ آیت حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کے حق میں نازل ہوئی جب فتح مکہ کے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے متعلق انہوں نے اہل مکہ کو خط لکھا۔ جس کی وضاحت سورۂ ممتحنہ کے شروع میں آئے گی۔ ان شاء اللہ۔ اس امر کو واضح کیا کہ کفار کی دوستی کی وجہ سے ایمان میں فساد برپا ہو جاتا ہے اگر چہ وہ قریبی ہوں۔

مسئلہ نمبر 2۔ امام مالک نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ قدریہ سے دشمنی کی جائے اور ان کی صحبت کو ترک کر دیا جائے۔ اشہب نے امام مالک سے روایت نقل کی ہے: قدریہ کی صحبت میں نہ بیٹھو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ان سے دشمنی کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔(1)

میں کہتا ہوں: اہل قدر سے مراد تمام ظلم و عدوان والے ہیں۔ ثوری سے مروی ہے انہوں نے کہا: علماء خیال کرتے تھے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے نازل ہوئی جو سلطان کے مصاحب ہوتے تھے۔ عبدالعزیز بن بن ابی داؤد سے مروی ہے کہ وہ طواف میں منصور سے ملا جب منصور کو پہچانا تو اس سے دور بھاگ گیا اور اس آیت کی تلاوت کی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ کہتے: ''اے اللہ! کسی فاجر کے لیے میرے ہاں کوئی نعمت نہ بنا، بے شک تو نے جو وحی میری طرف کی ہے میں نے اس میں پایا ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ''(2) یعنی ان کے دلوں میں تصدیق پیدا کر دی۔ مراد ہے جس نے اس سے دوستی نہ کی جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دشمنی کی۔ ایک قول یہ کیا گیا کہ کتب کا معنی ثبت کرنا ہے؛ یہ ربیع بن انس کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ جعل کے معنی میں ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ (آل عمران) یعنی ہمیں شاہدوں کا ساتھی بنا دے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کتب کا معنی جمع کرنا ہے؛ اسی سے الکتیبہ کا لفظ ہے یعنی وہ ان میں سے نہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔ عام قرأت کاف کے فتحہ کے ساتھ ہے اور ایمان کا نون منصوب ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ایمان کو ثبت کر دیا ہے۔ یہ زیادہ مناسب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ابو العالیہ، زر بن حبیش اور مفضل نے عاصم سے کتب مجہول کا صیغہ پڑھا ہے اور الایمان کو نون کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ زر بن حبیش نے وَعَشِيْرَتُهُمْ جمع کے صیغہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اعمش نے ابوبکر سے وہ عاصم سے یہی روایت نقل کرتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ یہ

1۔ احکام القرآن لابن العربی
2۔ تفسیر کشاف

کتب علی قلوبھم کے معنی میں ہے جس طرح فرمایا: فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ (طٰہٰ: 71) یہ علی جذوع النخل کے معنی میں ہے۔ قلوب کا خصوصاً ذکر کیا کیونکہ یہ ایمان کا محل ہے۔

وَ اَیَّدَهُمْ یعنی انہیں قوت بہم پہنچائی اور ان کی مدد کی۔ حضرت حسن بصری نے کہا: روح کا معنی نصر ہے۔ ربیع بن انس نے کہا: قرآن اور دلائل کے ساتھ ان کی مدد کی۔ ابن جریج نے کہا: نور، ایمان، برہان اور ہدایت کے ساتھ ان کی مدد کی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ روح سے مراد رحمت ہے۔ بعض نے کہا: حضرت جبریل امین کے ساتھ ان کی مدد کی (1)۔

وَ یُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ یہاں رَضِیَ سے مراد ہے ان کے اعمال کو قبول کیا۔ وَ رَضُوْا عَنْهُ اللہ تعالیٰ نے جو انہیں عطا کیا اس پر وہ خوش ہیں۔ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠ سعید بن ابی سعید جرجانی نے اپنے بعض مشائخ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی: اے میرے اللہ! تیری جماعت کون سی ہے اور تیرے عرش کے اردگرد رہنے والے کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی: اے داؤد! جن کی آنکھیں جھکی ہوئی، جن کے دل پاکیزہ، جن کے ہاتھ ظلم سے محفوظ ہیں وہ میری جماعت اور میرے عرش کے اردگرد رہنے والے ہیں۔

1۔ تفسیر بغوی